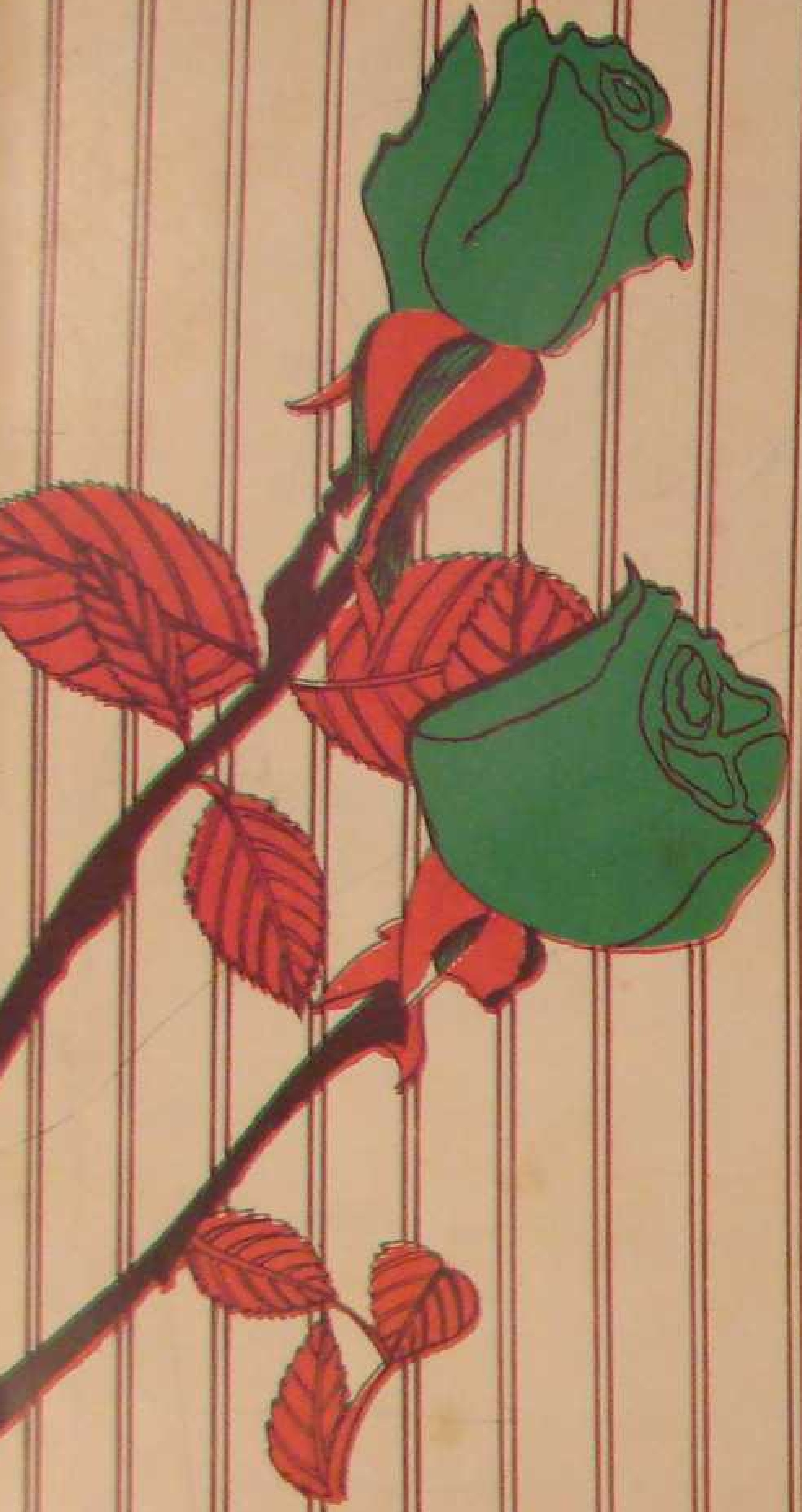

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

LW/NP - 184 **RIZWAN** R.N. 2416 /57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018

Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی رح

زادِ سفر

مترجمہ

محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

یہ کتاب

بہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے

ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر

احادیث ہیں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت

کرتے ہیں۔ بہترین کتابت

فوٹو آفسیٹ کی طباعت

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ پن ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان لکھنؤ

کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۴۶ ستمبر ۲۰۰۲ء شمارہ ۹

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- اُمامہ حسنی
- میمونہ حسنی
- اسحاق حسینی
- جعفر مسعود حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۹/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸
Phone : 270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون :281223-270119

اپنی بہنوں سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مدیر ۔۔۔ ۳
حدیث کی روشنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امۃ اللہ تسنیم ۔۔۔ ۴
ارشادات نبویؐ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد اسماعیل عارفیؒ ۔۔۔ ۶
حدیث کا شوق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محترم اقبال احمد اعظمی ۔۔ ۷
آخر ایک دن مرنا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سید عرفان احمد ۔۔ ۱۰
وفا شعار بیوی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۔۔ ۱۳
اپنا محاسبہ خود کیجئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سید محمد شارق حسینی ۔۔ ۱۷
گھر اور ماں کی تعلیمی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا بدیع الزماں ندوی ۔۔ ۱۹
عہد وسطیٰ میں مسلمان اور یورپ ۔۔۔ مولانا محمد اقبال رحیمی ۔۔۔ ۲۱
۲۵ خوش نصیب خواتین ۔۔۔۔۔ محترم قاضی محمد اسرائیل گڑنگی ۔ ۲۶
مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ۔۔۔۔۔ پروفیسر محمد اجتباء ندوی ۔۔ ۲۸
بچے کی نیند یا جھپکی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰
بچے کو کھانے کھلانے کی مشق ۔۔۔۔۔۔۔ نور جہاں طلعت ۔ ۳۲
اسلام کے تعلق سے ایک نومسلم خاتون ۔۔۔۔۔ ہدیٰ خطاب ۔ ۳۴
سوال جواب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی راشد حسین ندوی ۔ ۳۶
تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ ۔ پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی ۔ ۳۷
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹
دسترخوان

اپنی بہنوں سے

مدیر

اس وقت اسلام کو جو خطرات پیش آرہے ہیں اس سلسلہ میں ہماری کیا ذمہ داری ہے اس پر ہم کو غور کرنا چاہئے نہ صرف غور کرنا بلکہ اپنی پوری کوشش کرنا چاہئے کہ ہم ان خطرات کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں اور یہ کس طرح ہو اس پر یہ چند باتیں پیش کی جاتی ہیں اگر ہم نے ان پر عمل کیا تو انشاءاللہ ظلمت کے بادل چھٹ جائیں گے اور صبح صادق نمودار ہوگی۔

(۱) اپنے اندر ایمان کی قوت پیدا کرنا اور اس میں مزید ترقی دینا اسی کے ساتھ اپنے مسلم بھائی بہنوں میں بھی یہ جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا کیونکہ مسلمانوں کا اسلام سے وابستہ رہنا اور ان میں دینی جوش پیدا ہونا اور اس کا قائم رہنا ایک مضبوط باندھ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی وہ سب سے بڑی قوت ہے جس پر اسلام کی بقاء کا دارومدار ہے لیکن ایمان کی پختگی اسی وقت کارآمد ہوگی جب ہمارے اندر وہ اوصاف بھی پیدا ہوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ہم مستحق ہوں۔ وہ اوصاف، عقیدہ کی درستگی توحید پر پختہ یقین، ہر قسم کے شرک اور غلط عقائد سے پاک ہونا اور دین کا صحیح شعور کہ ہم دوست اور دشمن میں تمیز کرسکیں اور ہر قسم کے دھوکہ سے محفوظ رہ سکیں خودغرض اور چالباز لیڈروں اور بیرونی سازشوں سے ہوشیار رہیں۔

(۲) اپنے دین و مذہب کو ہر قسم کی تبدیلی، تحریف اور یورپ کے فتنہ پرداز تصورات سے محفوظ رکھنا کیونکہ نہایت خوشنما نعروں اور ہمدردی وانسانیت جیسے خوبصورت الفاظ کا سہارا لے کر اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوششیں ہر طرف سے ہورہی ہیں اگر ہم نے ان کوششوں کو نہیں سمجھا اور ان کا شکار ہوگئے تو ہم نہ دنیا کے رہیں گے نہ دین کے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی، جذباتی اور قلبی تعلق کی پختگی اور آپ کی ذات گرامی سے گہری اور شدید محبت کہ آپ ہم کو اپنی جان ومال والدین، اولاد غرض ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں اور ہم کو ہر اس چیز سے بچنا چاہئے جو اس تعلق اور محبت کو کم کرنے اور اس جذبۂ محبت کو خشک کرنے میں معاون ہو۔

(۴) ہم کو اس بات کا مکمل یقین ہونا چاہئے کہ صرف اسلام ہی دنیا کے مسائل حل کرسکتا ہے اور اس کو زمانہ کو ساتھ لے کر چلنے او تعمیر وترقی کے میدان میں ہر ایک سے آگے بڑھنے کی صلاحیت ہے اور وہی زندگی کی کشتی کو پار لگا سکتا ہے اور انسانیت کو خودکشی اور تباہی وبربادی کے راستہ سے بچا کر سلامتی وخوش حالی کی زندگی عطا کرسکتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ اسلام کی راہ، نجات کی راہ ہے ہم کو ان لوگوں کے سامنے جو اسلام کے سایۂ رحمت سے ابھی محروم ہیں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا چاہئے اور اسلام کے سچے نمائندہ کی حیثیت سے ان کے سامنے آنا چاہئے جس سے ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کی طرف مائل ہوں، اگر ہم میں سے ہر شخص یہ طے کرلے کہ ہم کو کم سے کم ایک ایسے شخص کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کرنا ہے جو اسلام سے ناواقف ہے تو یہ ضروری کام بہت آسانی سے ہوجائے گا جس کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے اور ساری مصیبتیں اسی کی وجہ سے آرہی ہیں۔ جب بھی کوئی قوم اپنا اصل فریضہ انجام دینا چھوڑ دیتی ہے تو تنزلی اور گراوٹ میں مبتلا ہوجاتی ہے، ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں ہے ہمارے بہن بھائیوں کو اس طرف خصوصی توجہ کرنا چاہئے، انشاءاللہ کامیابی ہمارے ہاتھ آئے گی۔

امۃ اللہ تسنیم

امید ورجا

حدیث کی روشنی میں

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاء انه هوالغفور الرحيم۔ (زمر-ع ٢)

وهل نجازی إلا الكفور۔ (سبا-ع ٢)

إنا قد أوحي إلينا ان العذاب على من كذب وتولىٰ۔ (طٰہٰ-ع ٢)

ورحمتی وسعت کل شیء۔ (اعراف-ع ١٩)

ترجمہ..... کہہ دو اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر (کفر وشرک کرکے) زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ بیشک وہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔ کیا ہم بدلہ دیں گے مگر ناشکروں کو۔ ہماری طرف وحی کی گئی کہ اس شخص پر عذاب ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔

صدق دل سے لا إله إلا الله کہنا اور تمام نبیوں اور جنت دوزخ کو برحق سمجھنا جنت کے دروازے کی کنجی ہے۔

حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے، رسول اور اس کا کلمہ ہیں، اس کو مریم کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح ہیں اور جنت دوزخ حق ہے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اس نے جو بھی عمل کئے ہوں۔ (ب-م)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔

اللہ عزوجل کا انعام

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو بھلائی کرے گا اس کو دس گنا ثواب ملے گا یا اس سے زیادہ۔ اور جو برائی کرے گا۔ تو اس کی جزا اس کے مثل ہوگی یا میں بخش دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اور جو مجھ سے زمین بھر گناہوں کے ساتھ ملے گا لیکن میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اس سے اتنی ہی بخشش کے ساتھ ملوں گا۔ (مسلم)

اللہ کا شریک نہ ٹھہرانے والوں پر جنت واجب ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کون سی دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں۔ آپ نے فرمایا جو اس حال میں مرگیا کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حال میں مرا کہ اللہ کا شریک ٹھہرایا اس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشخبری دینا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اور حضرت معاذؓ آپ کے پیچھے تھے آپ نے فرمایا اے معاذ! عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا اے معاذ! عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا اے معاذ! عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا کوئی بندہ سچے دل کے ساتھ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔ معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس کی خبر لوگوں کو دے دوں جس سے وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں

وہ بھروسہ کرنے لگیں گے تو حضرت معاذ خاموش ہو گئے لیکن اپنی وفات کے وقت علم چھپانے کے گناہ سے ڈر کر لوگوں کو خبر دیدی۔

صدق دل سے لا إله إلا الله محمد رسول الله کہنا جنت میں داخل کرے گا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے دن لوگوں پر فاقوں کی نوبت آگئی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم اپنے اونٹوں کو ذبح کرکے کھائیں اور ان کی چربی لگائیں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ حضرت عمرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ نے ایسا کیا تو سواری کی کمی ہو جائے گی۔ آپ یہ کیجئے کہ ان کے زائد سامانوں کو منگوایئے اور اس میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کیجئے، شاید اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا ہاں، آپ نے ایک چمڑا منگایا اور اس کو بچھا دیا، پھر ان کے سامانوں کو منگوایا، کوئی ایک مٹھی جوار لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور، اور کوئی ایک ٹکڑا لایا۔ اس طرح چمڑے پر تھوڑا بہت جمع ہو گیا۔ پھر آپ نے برکت کی دعا کی اور فرمایا اپنے برتنوں کو بھرو، لوگوں نے بھرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورے لشکر نے اپنے برتن بھر لئے اور اتنا کھایا کہ سیر ہو گئے اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔ آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں جو اللہ کا بندہ ان دونوں کے ساتھ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ شک کرنے والا نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (مسلم)

حضرت عتبانؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک نالہ تھا، جب بارش ہوتی تھی تو اس کو پار کرکے مسجد پہنچنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری بصارت کم ہو گئی۔ میرے اور میری قوم کے درمیان ایک نالہ ہے جو بہتا ہے، جب بارش آتی ہے تو مجھے اس کے پار کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر ایک جگہ نماز پڑھائیں، پھر میں اسی کو اپنی نماز کی جگہ بنالوں، آپ نے فرمایا اچھا میں انشاء اللہ آؤں گا۔ دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ خوب دن چڑھے تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے عرض کیا تشریف لایئے۔ آپ تشریف لائے اور بیٹھنے سے پہلے پوچھا، اپنے گھر میں کونسی جگہ نماز کے لئے تجویز کی ہے؟ میں نے جس جگہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تھا اسی کی طرف اشارہ کیا، آپ کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں، آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا۔ میں نے آپ کے لئے حریرہ تیار کرایا تھا، اس لئے میں نے آپ کو تشریف رکھنے کی زحمت دی۔ جب محلہ والوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں تو لوگ آنے لگے، اس طرح بہت لوگ جمع ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ مالک (ایک صحابی کا نام) کو کیا ہوا۔ میں ان کو یہاں نہیں دیکھتا۔ دوسرے صاحب بولے وہ تو منافق ہے، اس کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ لا إله إلا الله کہتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں لیکن ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ اس کی دوستی ومحبت اور سارا بولنا چالنا منافقوں سے ہے، آپ نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا چاہتے ہوئے لا إله إلا الله کہا اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔ (بخاری-مسلم)

اللہ تعالیٰ ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ قیدی آئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا کہ جس بچہ کو دیکھتی ہے تو دوڑتی ہے اور اس کو اٹھا کر چمٹا لیتی ہے۔ آپ نے فرمایا بھلا ایسی چاہنے والی عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنے کی روادار ہو سکتی ہے۔ ہم نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں، آپ نے فرمایا اللہ کو اپنے بندوں پر اس سے زیادہ شفقت ہے جتنی اس عورت کو اپنے بچہ سے ہے۔

•••

مولانا محمد اسماعیل عارفی

ارشادات نبوی

ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے چند سوالات کئے، ذیل میں وہ سوالات اور ان کے جوابات افادۂ قارئین کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں؟

آپ نے فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو، سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے خدا کا خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم وحکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

صحابیؓ نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا انسان بن جاؤں؟

آپ نے فرمایا: سب سے بہتر اور بڑا وہ شخص ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے، تمہیں چاہئے کہ دوسروں کے لئے نفع بخش بن جاؤ۔

صحابی نے عرض کیا: میری تمنا ہے کہ عادل ومنصف بن جاؤں؟

ارشاد فرمایا: دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

صحابی نے عرض کیا: میں خدا کے دربار میں سب سے زیادہ مقرب بننا چاہتا ہوں؟

ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، خدا کے مقرب بن جاؤ گے۔

صحابیؓ نے عرض کیا: میری تمنا ہے کہ نیکی اور احسان کرنے والا بنوں؟

ارشاد فرمایا: نماز اس طرح پڑھو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس طرح پڑھو گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

صحابی نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے؟

ارشاد فرمایا: اخلاق وعادات سنوار لو، ایمان مکمل ہو جائے گا۔

صحابی نے عرض کیا: میں خدا کا اطاعت گزار بندہ بننا چاہتا ہوں؟

ارشاد فرمایا: فرائض ادا کرتے رہے تو تمہارا شمار اطاعت گزاروں میں کیا جائے گا۔

صحابی نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے پاک صاف ہوں؟

ارشاد فرمایا: غسل جنابت کی برکت سے گناہوں سے پاک اٹھو گے۔

صحابی نے عرض کیا: میری آرزو ہے کہ میدان حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں؟

ارشاد فرمایا: اگر ظلم نہیں کرو گے تو قیامت میں نور کے ساتھ اٹھو گے۔

صحابی نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم کرے؟

ارشاد فرمایا: اپنے آپ پر رحم اور مخلوق پر رحم کھاؤ، اللہ تم پر رحم کرے گا۔

صحابی نے عرض کیا: میرا جی چاہتا ہے کہ میرے گناہ کم ہوں؟

ارشاد فرمایا: استغفار کثرت سے پڑھا کرو، گناہ کم ہو جائیں گے۔

صحابی نے عرض کیا: میرا جی چاہتا ہے کہ میرے رزق میں زیادتی وبرکت ہو،

ارشاد فرمایا: پاک وطاہر رہا کرو، رزق میں زیادتی ہوگی۔

صحابی نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کا دوست بن جاؤں؟

ارشاد فرمایا: جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ان کو اپنے لئے پسند کرلو اور جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں ان کو ناپسند کرلو تو اللہ کا دوست بن جاؤ گے۔

صحابی نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں؟

ارشاد فرمایا: کسی پر بے جا غصہ نہ کرو گے تو اللہ کے غضب سے بچے رہو گے۔

صحابی نے عرض کیا: میں اللہ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں؟

ارشاد فرمایا: حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچو گے تو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔

صحابی نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے قیامت میں سب کے سامنے رسوا نہ کرے؟

ارشاد فرمایا: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوائی سے بچائے گا؟ (بحوالہ کنز العمال، بیہقی)

یہ ایک حدیث مبارکہ عمل کرنے والے کے لئے مشعل راہ ہے، اس کو بار بار پڑھنا چاہئے اور اپنے اندر اسی مطلوبہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

•••

محترم اقبال احمد اعظمی

حدیث کا شوق

تیسری صدی ہجری کا واقعہ ہے اندلس سے آنے والے پردیسی کی بیماری سے مالک مکان پریشان تھا اور چاہتا تھا یہ بیمار پردیسی مکان چھوڑ کر چلا جائے۔ لیکن بیمار کے سفارش کرنے والے بھی تھے ان میں سب سے زیادہ ہمدرد محمد بن سعید تھے۔ ان کو احساس تھا کہ علم کی پیاس سے بے تاب ہوکر سفر کرنے والوں کی عزت کیسے کرنا چاہئے۔ محمد بن سعید مالک مکان کے پاس پہنچ کے بولے:

"بھائی! خدا سے ڈرو، اس صالح آدمی کو اپنے گھر سے نکال کر اس کا خون بہا اپنے ذمے نہ لو، غریب بے چارہ وطن سے دور، کیسے کیسے مصائب برداشت کرکے مغرب سے یہاں صرف علم دین حاصل کرنے کے لئے آیا ہے اس کی جان پر رحم کرو۔ میں اس وقت تمہارے پاس اسی کام کے لئے آیا ہوں اور یاد رکھو کہ میں نے اب تک پوری زندگی تم سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا، بس میں اس وقت تم سے بڑے عاجزی سے کہتا ہوں کہ تم میرا ذاتی کام سمجھتے ہوئے اسے مان لو..... بھائی! تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص کیسی مہتم بالشان حیثیت کا مالک ہے اور اس کے سینے میں حدیث وسنت اور دین کا کیسا بے بہا خزانہ پوشیدہ ہے، اس لئے ہم اس کو پریشان نہیں ہونے دیں گے۔"

مکان والے نے کہا "میاں! میں بھی تو عاجز آ گیا ہوں، دو سال کا عرصہ گزر گیا کہ میں اس کو اپنے گھر میں رکھے ہوئے اس کے ناز نخرے برداشت کر رہا ہوں اور خدا شاہد ہے کہ کبھی اجرت یا کسی معاوضے وغیرہ کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں آیا، لیکن میرے اوپر بھی تو کچھ رحم کرو، آخر اس کا حال دیکھ رہے ہو کہ کتنے دنوں سے بیمار ہے، بخار ہے کہ اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا، بڑے اطبا علاج سے مایوس ہو چکے ہیں اور میں تو سمجھتا ہوں کہ بس اب یہ آج کل ہی میں مر جائے گا۔ اس لئے دبی آواز سے ذرا خود بھی سوچو کیا یہ ساری مصیبت میں ہی مول لوں، لوگ نہ معلوم کیسی کیسی قیاس آرائیاں کریں گے، بدفالی لیں گے اور پھر مجھے تو روٹی کا سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ملے گا۔ میں ایسی سخت آزمائش میں ہوں کہ اگر تمہیں اس کا احساس ہوتا تو تم ہرگز مجھ سے اس طرح کی باتیں نہ کرتے، تمہیں خود اس کا حال نہیں معلوم، میں تو دیکھ رہا ہوں کہ میرے یہاں شام کو آیا اور پھر دوسرے ہی دن سے گدڑی پہن کر بھیک مانگنی شروع کردی، نہ معلوم کیسی بری ساعت تھی کہ یہ شخص میرے پاس آیا اور میں نے تو کچھ تحقیق بھی نہیں کی اور ایک مسافر سمجھ کر اسے اپنے یہاں ٹھہرا لیا۔ بس بس جانے دو، اب تو میں کچھ سننا بھی نہیں چاہتا۔"

"پھر وہی اپنی ہی کہے جا رہے ہو۔ محمد بن سعید نے کہا میاں ناز کرو، فخر کرو اپنے اوپر کہ تمہیں یہ کیسی بڑی نعمت حاصل ہوئی ہے اور خدا کا شکر ادا کرو کہ کیسی خوب گھڑی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد ولی کو تمہارے پاس بھیجا اور تمہیں اس کی خدمت کی توفیق ہوگئی یہ بے ہودہ باتیں کرکے اپنا اجر نہ کم کراؤ تمہیں اس کی شان نہیں معلوم کہ اس نے اندلس کے خوش نما باغ چھوڑے بہاریں چھوڑیں، ٹھنڈے پانی کے چشمے بہتی ہوئی نہریں عیش وتنعم اور مال ودولت کو خیرباد کہا، اہل وعیال، ماں باپ اور اپنے خاندان کی جدائی مول لی اور خود جو اس کا وہاں ایک بلند مقام تھا، اس کو قربان کیا۔ پھر نکل پڑا۔ سمندر کی موجوں سے ٹکراتا اور جنگل وبیابان کی خاک چھانتا

ہوا بغداد آیا، کس لئے؟ کیا اسے مال واقتدار کی خواہش تھی؟ کسی دوست سے ملاقات کرنا تھا؟ کسی عورت کی محبت یا دنیا کی کوئی اور لذت مطلوب تھی؟ نہیں! ہرگز نہیں، وہ صرف علم کی تڑپ، حدیث کی محبت اور حضرت ابوعبداللہ، امام احمد بن حنبل کی زیارت کے شوق میں یہاں آیا تھا۔"

مکان والا امام احمدؒ کا نام سن کر چونک اٹھا، اس کا چہرہ خوشی سے کھلکھلا اٹھا اور محبت بھرے انداز میں کہا:

"ہاں ہاں! کیا کہہ رہے ہو؟ کیا یہ شخص اندلس سے امام احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لئے آئے ہیں کیسی بڑی سعادت ہے! اچھا تو بتاؤ کیا پھر یہ ان سے مل سکے اور ملنے کی صورت ہوئی؟

محمد بن سعید نے کہا:

"ہوا یہ کہ سب سے پہلے یہاں اترے، تمہارے حجرے میں سامان رکھا اور امام کی تلاش میں نکل پڑے، پھر تم جانتے ہو کہ وہ زمانہ تو امام کی آزمائش کا تھا ہی، اس وقت کوئی ان کا نام لینے کی جرأت نہیں کرتا تھا بادشاہ کے معتوب تھے۔ کوئی ان سے ملا نہیں کہ اس کی جان پر بن آئی۔ جب انہیں یہاں آکر امام کا یہ حالِ معلوم ہوا تو ان کے غم کی انتہا نہ رہی، پھر کیا کرتے، صافہ کی جامع مسجد میں جاکر محدثین سے حدیث کا درس لینے لگے۔ پھر مختلف حلقوں سے گزرتے ہوئے سب سے بڑے اور آخری حلقے میں پہنچے۔ میں وہاں موجود تھا۔ میں نے ان کو مسافرت کے حال میں دیکھ کر سلام کیا اور اجنبیت دور کرنے کی خاطر کچھ باتیں بھی کیں۔ پھر حلقے میں لے گیا۔ ہمارے استاذ حضرت امام یحییٰ بن معین رجال حدیث کی جرح وتعدیل میں مشغول تھے۔ یہ غائبانہ حضرت امام سے واقف تھے۔ وہاں جاکر کھڑے اور تھوڑی دیر کے بعد امام سے مخاطب ہوکر کہا:

"ابوزکریا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، میں ایک مسافر آدمی ہوں وطن سے اتنی دور صرف علم حدیث کی غرض سے آیا ہوں، میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں براہ کرم مجھے محروم نہ فرمایئے۔"

پھر انہوں نے بہت سے رواۃ حدیث کے بارے میں دریافت کیا اور امام سب کا پورے انشراح کے ساتھ جواب دیتے رہے۔ اس سے لوگوں کو کتنی باتیں معلوم ہوئیں طلبا میں دھوم مچ گئی اور سب خوشی سے چیخ اٹھے: "خدا کے لئے اور سوال کیجئے" پھر یہ ایک قدم پر کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہنا تھا کہ مجمع پر سکوت طاری ہوگیا، امام چونک پڑے اور ان کی طرف تعجب کی نظروں سے دیکھنے لگے کہ آیا کون شخص ہے جو ایسی جرأت اور بے باکی سے امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق پوچھ رہا ہے جب کہ ان کا نام لینا بھی اس وقت موت کو دعوت دینا ہے۔ پہلے وہ جواب سے کچھ گھبرائے، لیکن پھر ان کا جذبہ ایمانی غالب آیا۔ بادشاہ کے غیظ وغضب کی کوئی پروانہ کی اور سائل سے پوچھا کہ صاحب زادے تم کہاں سے آئے ہو، ہم تمہیں ضرور جواب دیں گے معمولی توقف کے بعد اس جرأت اور صفائی سے فرمایا کہ حاضرین امام کا منھ تکتے رہ گئے اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب امام بادشاہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

شیخ نے فرمایا "احمد! ذاك امام المسلمين، وخيرهم وفاضلهم" (یعنی امام احمد کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ وہ (اس وقت) مسلمانوں کے امام اور سب سے بزرگ وبرتر ہیں")

پھر یہ وہاں سے امام کا گھر تلاش کرتے ہوئے نکل پڑے۔ اس وقت لوگ امام کا گھر بھی مشکل سے بتاتے تھے کسی طرح یہ امام کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ میں ایک غریب الوطن ہوں میں اندلس سے آپ کے پاس صرف حدیث کا درس لینے کے لئے آیا ہوں۔ امام نے مرحبا کہا اور انہیں اس سعید سفر پر مبارک باد دی اور فرمایا کہ "صاحب زادے شاید تمہیں معلوم ہوچکا ہوگا کہ نہ میں کسی سے مل سکتا ہوں نہ لوگ میرے پاس کسی کو آنے کی اجازت دیتے ہیں، اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ میرے پاس آنے سے تم عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے۔"

"بقی بن مخلد نے عرض کیا۔ مجھے علم کی راہ میں کسی تکلیف اور عذا کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

امام نے فرمایا:

"خیر یہ بھی صحیح! لیکن آخر تم میرے یہاں پہنچنے کی کیا صورت اختیار کروگے؟ تمہیں تو لوگ راستے ہی میں روک دیں گے۔"

بقی نے کہا کہ "حضرت! میں یہ حیلہ کروں گا کہ بھیک منگے کا لباس پہن لوں گا اور آپ کے دروازے پر آکر فقیروں کی طرح چیخوں گا، پھر آپ فوراً دروازہ کھول دیں گے اور مجھ سے حدیث بیان فرما دیا کریں گے۔"

چنانچہ برابر ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ متوکل کا زمانہ آیا، امام پر سے آزمائش اٹھا دی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے بدعت کو مٹایا اور اہل سنت کے مذہب کو زندہ فرمایا اور بھائی! تم جانتے ہو کہ حضرت امام احمدؒ پوری امت کے امام ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین کو اسی طرح بلند کیا ہے جس طرح فتنہ ارتداد کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے ذریعے بلند فرمایا تھا اور اب تم سن لو کہ امام اس شخص کی حد درجہ عزت فرماتے ہیں اور اپنے حلقے میں بار بار فرمایا کرتے ہیں کہ "هذا يقع عليه اسم طالب علم" (یعنی حقیقی طالب علم تو یہ بقی بن مخلد اندلسی ہیں)

مکان والے کی خوشی کا کیا کہنا، ابھی چند منٹ پہلے جس شخص کے نام سے اس کو گھن آتی تھی اب وہ اس کے نزدیک معظم ترین بن گیا ہے اور اسے اپنے حجرے میں مسافر (بقی بن مخلد) کے قیام سے ایسی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ کسی وزیر یا بادشاہ کے رہنے سے کیا ہوتی، کیوں؟ اس لئے کہ وہ امام المسلمین حضرت احمد بن حنبل کے خاص لوگوں میں سے ہے اور مرد خدا کے دروازے کا وفادار کتا بھی کتنے بادشاہوں سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے، اس نے اپنے ساتھی (محمد بن سعید) کا شکر ادا کیا اور پھر دونوں بقی کے حجرے کی طرف روانہ ہوگئے۔

بقی بن مخلد اندلسی تنہا حجرے میں پڑے ہوئے درد والم سے پیچ وتاب کھا رہے تھے۔ بخار اور درد نے بدن کی ہڈیاں تک سکھا دی ہیں، مگر مطالعے سے اس حال میں بھی باز نہیں آتے اردگرد کتابیں بکھری پڑی ہیں اور جب جب ہوش ہوتا ہے اٹھا کر پڑھنے لگتے ہیں۔ یہ دونوں حجرے میں داخل ہوئے اور ابھی چند منٹ ہی بیٹھے تھے، دیکھتے ہیں کہ باہر سامنے کی سڑک پر دور تک آدمیوں کا ہجوم ہے اور سب لوگ اسی حجرے کی طرف بڑھے آرہے ہیں تشویش ہوئی، آخر ماجرا کیا ہے؟ دونوں گھبرا کر باہر نکلے اور سمجھے کہ شاید خلیفہ کی سواری کہیں جا رہی ہو، لیکن خلیفہ کو نکلتے ہوئے بارہا دیکھ چکے ہیں، کبھی ایسا ہجوم نہیں ہوا، پھر کوئی اور ہے جس کے لئے سارا بغداد سراپا اشتیاق بنا ہوا ہے، آخر ایک بوڑھے آدمی جو خود اس ہجوم میں شریک تھے، ان سے پوچھا کہ یہ آنے والا کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

جواب دیا:

"یہ حضرت ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل ہیں، جو خلیفہ کے پاس بھی نہیں جاتے اور وہ آج اس حجرے میں ایک مریض کی عیادت کے لئے آرہے ہیں۔"

بات ہو رہی تھی کہ امام کی سواری نظر آگئی، پورا مجمع خاموش تھا۔ اردگرد پورے بغداد کے طلبہ جمع تھے اور قلم وکاغذ لئے ساتھ ساتھ امام کا ایک ایک کلمہ لکھتے چلے آرہے تھے یہاں تک کہ امام حجرے میں داخل ہوئے اور مریض کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا:

"اے ابوعبدالرحمٰن! میں تمہیں اللہ کے ثواب کی خوشخبری دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل عافیت سے نوازے اور تمہارے اوپر اپنا شفا بخشنے والا رحمت کا ہاتھ پھیر دے۔"

عرصے تک بغداد میں لوگ اس دن کو یاد کرتے رہے اور پھر یہی حجرہ علماء اکابر کی درس گاہ بنا اور اسی کے ذریعے صاحب حجرہ پر رزق کے دروازے کھل گئے اور وہی مسافر "بھیک منگا" بقی جس کی زندگی سے اطبا وقت مایوس ہوچکے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے کر اندلس لوٹا دیا تو اس نے اندلس کو علم ومعرفت سے بھر دیا۔

(استاذ علی طنطاوی کے ایک مضمون سے اقتباس)

آخر ایک دن مرنا ہے

سید عرفان احمد

موت کو یاد رکھنے

اس دنیا میں زندہ رہنے کی خواہش ہر شخص کو ہے کون ہے جو مرنا چاہے گا؟ لیکن عقل مندی اسی میں ہے کہ دنیا کی مصروفیت میں موت کو یاد رکھا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی یاد اور اس کی تیاری کرنے والے کو عقل مند قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہو اور موت کے لئے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہو۔ یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اکرام حاصل کرنے والے ہیں۔

(ترغیب فضائل صدقات جلد دوم)

زندگی کا اصل مقصد آخرت ہے۔

کسی دانا کے بقول، زندگی کا وجود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ موت آنی ہے۔ روزانہ کا مشاہدہ ہے اور قانون فطرت بھی کہ زندہ ہی مرتا ہے۔ مردہ کو کون مارتا ہے۔

تمام انبیائے کرام اس دنیا میں اسی دعوت کو لے کر آئے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کو یاد رکھے اور موت کی تیاری میں لگ جائے۔ ہر نبی کی دعوت کا مقصد انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی محبت سے نکالنا اور موت کی تیاری پر لگانا تھا (لیکن افسوس کہ آج دنیا کی محبت مسلمانوں میں اس قدر گھر کر گئی ہے کہ خود مسلمان کی کوششیں آخرت کو بھلا کر دنیا کی ترقی تک محدود ہیں۔)

پانچ چیزوں کو غنیمت جانیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو:

اول-اپنی جوانی کو بیماری سے پہلے۔
دوم-اپنی صحت کو بڑھاپے سے پہلے۔
سوم-اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے۔
چہارم-اپنی تونگری کو محتاجی سے پہلے۔
پنجم-اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

ابو اللیث سمرقندیؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باتوں میں کس قدر علوم سمو دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی جوانی کے عالم میں وہ اعمال کرسکتا ہے جو بڑھاپے میں نہیں کرسکتا۔ جوان جب کسی گناہ کا عادی ہوجاتا ہے تو بڑھاپے میں اسے چھوڑنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنی جوانی میں ہی نیک اعمال کا عادی ہونا چاہئے تاکہ بڑھاپے میں آسانی سے نیکیاں کرتا رہے۔ ایسے ہی تن درست آدمی جان اور مال کو حسب منشا لگا سکتا ہے لہٰذا اسے صحت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے بدن اور مال کو امور خیر میں لگانا چاہئے کیونکہ کہ بیمار ہونے پر جسم اطاعت میں لگنے سے کمزور ہوجائے گا اور مال میں ایک تہائی سے زیادہ تصرف نہیں کرسکے گا۔ مشغول ہونے سے پہلے فرصت کی صورت یہ ہے کہ رات کو فارغ ہوتا ہے اور دن میں مشغول تو مناسب یہ ہے کہ رات کو فرصت کے لمحات میں نماز پڑھے اور دن کی مشغولیت میں روزہ رکھے خصوصاً سردی کے موسم میں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مومن کے لئے موسم سرما عجیب غنیمت ہے۔ راتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں وہ قیام کرتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں جن میں روزہ رکھ لیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رات بڑی لمبی ہے۔ اسے اپنی نیند کے ساتھ چھوٹا نہ کرلو اور دن روشن ہے۔ اسے اپنے گناہوں سے تاریک نہ کرلو۔ فقر سے پہلے غنا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اطمینان نصیب ہوجائے تو اسے غنیمت جانو اور لوگوں کے مال کی طرف نظر نہ کرو۔ موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جاننے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی زندگی میں تو عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مرجائے گا تو عمل بند ہوجائیں گے۔ پس مومن کو چاہئے کہ اپنی فانی عمر کو ضائع نہ کرے اور جتنے دن باقی ہیں ان کی قدر کرے اور غنیمت سمجھے۔"

(تنبیہ الغافلین)

موت کو یاد رکھنے کا طریقہ

کوئی بھی شخص موت سے بھاگ نہیں سکتا خواہ کتنا ہی دولت مند ہو، طاقت ور ہو، خوبصورت ہو۔ ہر ایک کو ایک مقررہ زندگی گزار کر مرنا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ تو پھر کیوں نا اپنی زندگی اس طرح گزاری جائے کہ مرنے کے بعد کے تمام مراحل آسان ہوجائیں اور آخرت کی کامیابی حاصل ہوجائے۔

آخرت کا مقصد بنائیے

جدید عصری علوم میں ایک چیز کہلاتی ہے مشن اسٹیمنٹ (Mission Statement) اسے آپ اردو میں "اصل مقصد" یا "مقصد حیات" کہہ لیجئے۔ مشن اسٹیٹمنٹ وہ شے ہے جس کے گرد آدمی کے تمام افعال واعمال گھومتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی ہر کام کے دوران اسی مقصد کو سامنے رکھتا ہے۔ وہ جس راستے پر بھی قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس کا ہر قدم اسے اس کے مقصد کے قریب تر کرتا ہے۔

برا نہ مانئے گا، آپ کو بھی ایک دن مرنا ہے۔ آج یا کل۔ "قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم ثم تردون إلى عالم الغیب والشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون" "یعنی موت وہ ہے جس سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تم سے ملتی ہے۔ پھر پھیرے جاؤ گے اس چھپا اور کھلا جاننے والے کے پاس، پھر بتادے گا تم کو جو کرتے تھے۔"

چنانچہ مرنے کے بعد کامیابی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنی زندگی کا مقصد آخرت کو بنایئے یہی موت کی یاد ہے۔ حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ "تم لوگ موت کے لئے پیدا کیے گئے ہو اور خراب ہونے کے لئے اپنی آبادی کرتے ہو اور فنا ہوجانے والی چیزوں پر حرص کرتے ہو اور باقی رہ جانے والی چیزوں کو چھوڑتے ہو۔ یاد رکھو، تین چیزیں جن کو تم لوگ مکروہ جانتے ہو وہ نہایت مبارک ہیں۔ (کیونکہ ان پر جو اجر موعود ہے وہ خیر واقعی ہے) موت اور تنگ دستی اور بیماری میں تنگ دستی کو دوست رکھتا ہوں تاکہ پروردگار کے لئے عاجز بنا رہوں (اللہ کے حضور میں تواضع اور پستی تنگ دستی کی وجہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اس لئے مجھے تنگ دستی پسند ہے) موت کو دوست رکھتا ہوں تاکہ پروردگار سے ملاقات کروں (یعنی مجھے موت اس لئے پسند ہے کہ خدا کے دیدار کا اشتیاق اسی کے ذریعے پورا ہوسکتا ہے) اور مرض کو دوست رکھتا ہوں تاکہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو۔

(نور الصدور صفحہ ۱۲)

حضرت حذیفہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ حبیب ضرورت کے وقت پر آیا۔ جو پشیمان ہو، اس کو فلاح نصیب نہ ہو، الٰہی، اگر تو جانتا ہے کہ مجھے تونگری کی بہ نسبت مفلسی زیادہ پسند ہے اور صحت کی نسبت مرض اور حیات کی بہ نسبت موت..... تو مجھ پر آسان فرما کہ تجھ سے ملوں۔

(احیاء العلوم ص ۲۷۲)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا تو لوگوں نے اس کی خوب تعریف کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ موت کی یاد میں

کیسا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ اس مرتبے کا نہیں جس پر تم اس کو سمجھے ہو!

(احیاء العلوم ص ۷۲۹)

حضرت محمود سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو چیزوں کو اولاد آدم مکروہ جانتے ہیں۔ ایک تو موت کو، حالانکہ موت اس کے واسطے فتنے سے بہتر ہے۔ دوسری مفلسی کو، حالانکہ مفلسی حساب دینے کے لئے آسان ہے۔ (نور الصدور ص ۱۰)

موت مومن کی شان اور اس کی آرزو ہے۔ حضرت ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ جن غائب چیزوں کا مومن انتظار کرتا ہے، ان سب میں بہتر موت ہے۔ مالک بن مغول کہتے ہیں کہ مومن کے دل میں جو خوشی (آخرت کے متعلق) سب سے پہلے داخل ہوگی، وہ موت ہے، کیونکہ وہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ کا انعام اور ثواب اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔

(نور الصدور ص ۱۲۔۱۱)

ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ افضل انسان کی پانچ نشانیاں ہیں پہلی یہ کہ اپنے رب کی عبادت میں دھیان رکھتا ہو، دوسری: مخلوق کے لئے اس کا نفع نمایاں ہو، تیسری: لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں، چوتھی: وہ لوگوں سے کوئی توقع نہ رکھتا ہو، پانچویں: وہ موت کی تیاری میں لگا رہتا ہو۔ (تنبیہ الغافلین ص ۳۶)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو اور بستر خاک اس کی خواب گاہ ہو، کیڑے اس کے انیس ہوں اور منکر نکیر اس کے جلیس، قبر اس کا مقام ہو اور زمین کا پیٹ اس کی جائے آرام، قیامت اس کے وعدے کی جگہ ہو اور جنت یا جہنم اس کے اترنے کی جگہ......تو اس کے شایان یہ ہے کہ بجز موت کے کسی کام کی فکر نہ کرے اور نہ کسی چیز کا ذکر کرے اور نہ کسی چیز کے لئے سامان بہم پہنچائے، نہ اس کے سوا کوئی تدبیر عمل میں لائے، نہ کسی اور چیز کی تاک ہو نہ اس کے سوا تپاک، اہتمام بھی اسی کا ہو، انتظار بھی اسی کا ہو۔ اس کو زیبا ہے کہ اپنے نفس کو مردوں اور قبر والوں میں شمار کرے، اس لئے کہ جو چیز آنے والی ہے وہ بہت قریب ہے۔ دور وہی ہے جو نہ آئے۔

اپنا جائزہ لیجئے اور اندازہ کیجئے کہ درج ذیل چار قسم کے لوگوں میں سے کس طرح کے لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ موت کے حوالے سے علما نے انسانوں کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک تو وہ افراد جو دنیا میں خوب منہمک ہیں یا یوں کہئے کہ غرق ہیں۔ ایسے لوگوں کو موت کا ذرا سا ذکر بھی اچھا نہیں لگتا، کیونکہ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ موت آئی تو تمام دنیاوی لذتیں چھوٹ جائیں گی۔ ایسا شخص کبھی موت کو یاد نہیں کرتا، یاد کرتا بھی ہے تو برائی کے ساتھ۔ ایسا آدمی دن رات کی کمائی میں لگا رہتا ہے۔ دوسری طرح کے لوگ وہ ہوتے ہیں، جو اگرچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، مگر بہت کم۔ یہ شخص توبہ بھی کرنا چاہتا ہے اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع بھی کرتا ہے، مگر تھوڑا بہت۔ اسے ڈر لگا رہتا ہے کہ موت آئی تو دنیا کی نعمتیں چھوٹ جائیں گی۔ ایسا فرد ابھی مرنا نہیں چاہتا، اس لئے اصلاح احوال بہت مشکل ہوتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو عارف ہے۔ اس کی توبہ کامل ہوتی ہے۔ ایسے افراد موت کو محبوب رکھتے ہیں، اس کی تمنا کرتے ہیں اور جلد یہ مرحلہ طے کرکے اللہ عزوجل کی ابدی نعمتوں کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افراد دنیا سے جلد از جلد نکل جانا چاہتے ہیں۔ چوتھی قسم کے افراد کا درجہ موت کی یاد کے بارے میں سب سے اونچا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے مقابلے میں تمنا بھی نہیں رکھتے۔ یہ لوگ اپنی خواہش کی بنا پر نہ موت کو پسند کرتے ہیں اور نہ زندگی کو۔

ان چاروں قسم کے افراد کا اپنے آپ سے موازنہ کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کس زمرے کے افراد میں شامل ہیں۔

●●

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

وفاشعار بیوی

خداتعالیٰ نے میاں بیوی کا تعلق ہی ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کو راحت نہیں دے سکتا۔ بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز الگ ہوکر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں خصوصاً اگر کسی کو دستوں کی بیماری ہوجائے (تو کوئی قریب نہیں آتا) مگر بیوی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے۔ وہ شوہر کو بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے۔ (التبلیغ صفحہ ۱۴۶، جلد ۱۴)

بیوی سب سے گہری دوست ہے

بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہوسکتا۔ تجربہ ہے کہ زمانہ افلاس ومصیبت میں سب احباب الگ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ ماں باپ انسان کو چھوڑ دیتے ہیں مگر بیوی ہر حال میں مرد کا ساتھ دیتی ہے۔ اسی طرح بیماری میں جیسی راحت بیوی سے پہنچتی ہے، کسی دوست سے یا ماں باپ سے بھی نہیں پہنچتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں۔ (حقوق البیت صفحہ ۲۲)

عورتوں کی اہمیت اور ان کی خدمت کی قدر

عورتوں کی خدمت کا میرے اوپر خاص اثر ہوتا ہے۔ لونڈیوں کی طرح خدمت کرتی ہیں۔ ہر وقت کام کرتی پھرتی ہیں۔ اگر یہ اپنی شان جاننے کے بعد خدمت کرتی تو بڑی دور پہنچتی۔

ان کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا (یعنی یہ کہ مرد عورتوں کے محتاج ہیں) ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آجاتی۔

حدیث میں آیا ہے کہ حبب إلی ثلث النساء والطیب والسواك الخ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تین چیزیں محبوب ہیں: عورت، خوشبو، مسواک۔

ان کے حرکات وسکنات وملکات قابل توجہ ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پسند کیا جس کی وجہ شہوت نہیں ہے۔ (ملحوظات جدید ملفوظات صفحہ ۲۸)

بیوی بڑی محسن ہے

عورتوں کا ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس وبے بس ہیں۔ دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہیں اور اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے۔ پھر وہ تمہارے دین کی محافظ بھی ہیں۔

بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک ہوتی ہے اس لئے وہ بڑی محسن ہے۔ جو لوگ دین دار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں۔ اس لئے بیوی کی قدر کرنا چاہئے، کیوں کہ وہ دین ودنیا دونوں کی معین ہے اور اس کے حقوق کی رعایت بہت ضروری ہے کیوں کہ اس میں چند در چند خصوصیات ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے بہت سے حقوق ہیں۔

(التبلیغ صفحہ ۱۴۱، ۱۳۹، جلد ۱۴)

بیوی کی قربانی اور سب سے بڑا کمال

بیوی کیسی بھی ہو پھوہڑ ہو یا بدتمیز اس نے تمہارے واسطے اپنی ماں کو چھوڑا، اپنے باپ کو چھوڑا، سارے کنبے کو چھوڑا۔ اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے۔ جو کچھ ہے اس کے لئے ایک شوہر کا دم ہے۔ بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔ (ایضاً صفحہ ۵۷ جلد ۷)

بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ کی خاطر اس نے اپنے سب تعلقات کو چھوڑ دیا۔

چنانچہ اگر اس کے ماں باپ یا کسی عزیز کے ساتھ شوہر کی ان بن ہوجائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی مگر اس پر بھی بعض مردان سے بہت زیادتی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ان پر فدا رہتی ہیں، مگر بعض لوگ ان کے ساتھ جوتے ہی سے بات کرتے

ہیں۔ باندی اور غلام سے بھی بدتر رکھتے ہیں اور بعض لوگ کھانے کپڑے کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۱۲، التبلیغ صفحہ ۱۴۰، جلد ۱۴)

عورت کے احسانات

میں کہتا ہوں کہ اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی بہت بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں اور منتظم (انتظام کرنے والے) کی بڑی عزت وقدر کی جاتی ہے۔ دیکھئے وائسرائے ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیوں کہ اس کے ماتحت اتنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے ہے۔ پس بیویوں کا یہی کام اتنا بڑا ہے جس کا عوض نان نفقہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم تو شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں وہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار مامائیں بھی بیوی کی برابری نہیں کر سکتیں۔ (حقوق الزوجین، صفحہ ۱۴۹)

ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ عورتوں کے ذمے کھانا پکانا واجب ہے۔ میری رائے ہے کہ ان کے ذمے واجب نہیں۔ میں نے عدم وجوب پر اس آیت سے استدلال کیا ہے ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا۔ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ اس سے قلب کو سکون ہو، جی بہلے، عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے۔ (ایضاً صفحہ ۱۵۵)

بغیر بیوی کے گھر کا نظام درست نہیں رہ سکتا

بیوی کے بغیر گھر کا انتظام درست نہیں ہو سکتا۔ بس مرد کا کام تو اتنا ہے کہ یہ مادہ جمع کر دیتا ہے پھر ہیئت عورتوں ہی سے بنتی ہے۔ میں نے بعض رؤسا کو دیکھا ہے کہ مال و دولت ان کے پاس بہت تھا مگر بیوی نہ تھی ان کے گھر کا کچھ بھی ڈھنگ نہ تھا۔ لاکھ باورچی رکھو، نوکر رکھو وہ راحت کہاں جو بیوی سے ہوتی ہے۔ باورچی تو تنخواہ کا ملازم ہے۔ ذرا ایک دن تم نے کوئی سخت بات اس سے کہہ دی تو وہ ہاتھ جھاڑ کر چلا جائے گا۔ پھر مصیبت کا سامنا ہے، روٹی اپنے ہاتھ سے پکاؤ، چولھا جھونکو، برتن دھوؤ اور بیوی سے یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ مرد کو اپنے ہاتھ سے پکانے دے۔

اگر بیوی کے سامنے بھی نوکروں سے کام لیا جائے اور بغیر بیوی کے بھی ان سے کام لیا جائے تو دونوں صورتوں میں آسمان زمین کا فرق ہوگا۔ گھر کی مالک کے سامنے مامائیں اور نوکرانیاں زیادہ چوری نہیں کر سکتیں اور اس کے بغیر تو گھر کا کباڑا ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر کوئی مرد گھر کا کام خود بھی جانتا ہو تو نوکر ذرا اس سے دبتے ہیں گو عورت جیسا انتظام پھر بھی نہیں ہوتا۔ (التبلیغ صفحہ ۱۴۸، جلد ۱۴)

میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے، کپڑے (نان نفقہ) کے عوض میں بیویاں تمہاری اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکریاں مامائیں ہرگز نہیں کر سکتیں۔ جس کو شک ہے وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو۔ بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی نوکروں کے ہاتھوں میں خرچ تھا جس کی وجہ سے ان کے گھر کا خرچ اس قدر بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں۔ نکاح ہی کے بعد پورا انتظام ہوا۔ (حقوق الزوجین صفحہ ۱۴۹)

شوہر سے عشق

میں کہا کرتا ہوں کہ برصغیر کی عورتیں حوریں ہیں، حسن و جمال میں نہیں بلکہ اخلاق میں برصغیر کی عورتوں میں بہت سے فضائل ہیں۔ (التبلیغ صفحہ ۵۱)

یہ برصغیر کی عورتیں خصوصاً ہمارے اطراف کی عورتیں تو واقعی جنت کی حوریں ہیں جن کی شان عرباً یعنی عاشقات لازواج (اپنے شوہروں کی عاشق) آیا ہے۔ چنانچہ مردوں پر فدا ہیں اور مردوں کی ایذا کو ہر طرح سہتی ہیں اور صبر کرتی ہیں ورنہ بعض مقامات پر روزانہ خلع و طلاق ہوا کرتی ہے اور عرب میں تو وہاں سے بھی زیادہ۔ وہاں ہم نے ایک اکیس سالہ لڑکی کو دیکھا۔ اس کے ساتواں خاوند تھا۔ وہاں تو حالت یہ ہے کہ جہاں عورت مرد میں نااتفاقی ہوئی اور عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ دائر کیا اور انوثت کا خاصہ ہے کہ حاکم عورت ہی کو مظلوم

سمجھتا ہے اس لئے عموماً ان ہی کو ڈگریاں ملتی ہیں اور فوراً مرد کو خلع یا طلاق پر مجبور کیا جاتا ہے۔

برصغیر میں حالت یہ ہے کہ اول تو کوئی عورت خلع و طلاق کو گوارہ نہیں کرتی اور جو سخت مصیبت میں خلع کی درخواست کرتی بھی ہے تو یہ حال ہوتا ہے کہ کانپور میں (ایک قضیہ میں) قاضی صاحب کے کہنے سے مرد خلع پر راضی ہو گیا پھر جب اس نے عورت کو طلاق دی تو طلاق ملتے ہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ ہائے میں برباد ہو گئی، میں تباہ ہو گئی حالانکہ خود اس کی درخواست پر مرد نے طلاق دی تھی۔ (حقوق الزوجین صفحہ ۱۵۰)

میں تجربے سے بہ قسم کہتا ہوں کہ یہاں عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوتی ہے۔

عفت و پاک دامنی

ایک بڑی صفت عفت (پاک دامنی) تو ان میں ایسی ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے یہ آیت ان پر صادق آتی ہے۔

فیھن قصرات الطرف لم یطمثھن قبلھم انس ولا جان حق تعالیٰ نے حوروں کی تعریف میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو شوہر ہی پر منحصر کرنے والی ہوں گی کسی غیر پر نظر نہ ڈالیں گی۔ واقعی برصغیر کی عورتیں اس صفت میں تمام ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ بعض مرد بدصورت ہوتے ہیں مگر ان کی بیویاں سوائے شوہر کے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔ واقعی برصغیر کی عورتیں تو اس صفت میں حوریں ہیں۔ اپنے شوہروں کی عاشق ہوتی ہیں گو شوہر کیسا ہی ہو۔

گھروں میں بیٹھنے والیاں تو ہیں ہی۔ یہاں کی باہر پھرنے والیاں بھی اکثر پاک و صاف ہیں۔ جب گھر سے نکلتی ہیں تو نگاہیں نیچے کئے ہوئے، گھونگھٹ نکالے ہوئے، راستے میں کسی کو سلام تک نہیں کرتیں۔ ان کو مردوں سے شرم آتی ہے۔ غیر عورتوں سے اور بڑی عمر والی عورتوں سے بھی شرم آتی ہے۔ اگر کوئی مرد ان سے کچھ پوچھے تو اکثر جواب نہیں دیتیں یا دیتی ہیں تو صرف اشارے سے دیتی ہیں۔

باہر پھرنے والیوں کی عفت کا بھی یہی حال ہے۔ اپنے مردوں کی سوا دوسری طرف تمام عمر ان کا خیال نہیں جاتا۔ یوں سو پچاس میں سے کوئی ایک بدذات ہو جائے تو قابل شمار نہیں اور اگر عورتوں کو کسی میں یہ عیب معلوم ہو جائے تو اس کو برادری سے خارج کر دیتی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مرد فی صدی ایک نکلے گا جو نظر یا خیال سے محفوظ ہو اور عورتوں میں شاید فی صدی ایک نکلے جو ناپاک ہو۔ (التبلیغ صفحہ ۵۲، جلد ۷ وصفحہ ۱۳۹ جلد ۱۴)

برصغیر کی عورتوں کو اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ بعض عورتوں کو عمر بھر غیر مرد کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور اگر ان کو کسی غیر کا میلان اپنی طرف معلوم ہو جائے تو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ یہاں کی تہذیب ہے، یورپ میں یہ تہذیب ہے کہ اگر وہاں کی عورتیں کسی کو اپنی طرف مائل دیکھتی ہیں تو اس کی خوب خاطر مدارات کرتی ہیں۔

برصغیر کی عورتوں کا اپنے مردوں کے ساتھ اس قدر تعلق ہے، یہ زمین ہند کا خاصہ ہے۔ ستی کی رسم کا منشا بھی یہی تعلق ہے گو یہ غلو ہے۔

صبر و تحمل

یہ بے چاری عموماً ایسی بے کس و بے بس ہوتی ہیں کہ کسی سے کچھ شکایات کر ہی نہیں سکتیں اور اگر کسی کے ماں باپ زندہ بھی ہوں جب بھی شریف عورتیں اپنے خاوند کی شکایت کسی سے نہیں کرتیں۔ (التبلیغ صفحہ ۱۳۹ جلد ۱۴)

عرب بھوپال میں سنا ہے کہ آئے دن عورتیں قاضی کے یہاں کھڑی رہتی ہیں۔ ذرا ان کے آرام میں کمی ہوئی۔ عدالت میں پہنچیں۔ یہاں کی طرح نہیں کہ عورتیں عدالت کے نام سے بھی کانپتی ہیں چاہے مر جائیں مگر عدالت میں نہیں جا سکتیں۔ یوں آپس میں، عزیزوں میں ہزار باتیں ہزار شکایتیں کر لیں گی یہ تو ان کا مشغلہ بھی ہے مگر جب کچہری کا نام آئے گا تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیں گی کہ خدا نہ کرے جو حاکم کے یہاں ہم جائیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے اطراف میں کوئی عورت بھی ایسی نہیں جو عدالت میں نہ جاتی ہو۔ ہزاروں میں ایک دو ایسی بھی نکلیں گی مگر غالب حالت عورتوں کی اس علاقے میں یہی ہے کہ عدالت جانے سے گھبراتی ہیں۔ (التبلیغ صفحہ ۵۶ جلد ۷)

کسر نفسی و حق وضعی

عرب یا بعض برصغیر کی ریاستیں ہیں کہ وہاں عورت فوراً قاضی کے یہاں جاکر نالش کردیتی ہیں۔

بعض ممالک میں نکاح کرتے وقت ہی مہر پیشگی دھروالیتے ہیں یہ بے چاری ہندوستان ہی کی عورتیں ہیں کہ جو مہر بھی معاف کردیتی ہیں اور عمر بھر نان نفقہ کی تکلیف بھی سہتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۱ جلد ۱۴)

عرب میں مہر کے متعلق یہ رسم ہے کہ عورتیں مردوں کی چھاتی پر چڑھ چڑھ کر مہر وصول کرتی ہیں اور ہندوستان میں اس کو بڑا عیب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی عورتیں مہر کو زبان پر بھی نہیں لاتیں اور خاوند کے مرتے وقت اکثر بخش ہی دیتی ہیں۔

(ایضاً صفحہ ۱۵۱ جلد ۷)

ایثار اور جاں نثاری کا جذبہ اور شوہر کی عزت کا خیال

عورتوں میں خصوصاً برصغیر کی عورتوں میں عیب ہی عیب نہیں۔ بہت سے فضائل بھی ہیں۔ مردوں کی جاں نثار اس قدر ہیں کہ خاوند سے لڑیں گی روئیں گی جھکیں گی مگر کب تک جب تک بے فکری اور فرصت ہو اور جہاں خاوند کا ذرا کان گرم ہوا اسی وقت لڑائی، جھگڑا سب بھول گئیں۔ اب یہ حالت ہے کہ نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا ہوش ہے۔ رات رات بھر کھڑے گزر گئی۔ کسی وقت پنکھا ہاتھ سے نہیں گرتا۔ کوئی دیکھنے والا نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی ہیں جو ایک وقت میں لڑ رہی تھیں بس اس وقت اپنے آپ کو فنا کردیتی ہیں۔

اسی طرح عورتوں میں ایثار اس قدر ہے کہ روزمرہ کھانا اس وقت کھاتی ہیں جب مردوں کو پہلے کھلالیتی ہیں اور اچھے سے اچھا کھانا اوپر کا تار مردوں کے لئے نکالتی ہیں۔ نیچے کا تلچھٹ اور بچا کھچا اپنے واسطے۔

اگر کسی وقت مہمان بے وقت آگیا تو خاوند کی عزت کو ہرگز نیچا نہ کریں گی بلکہ جو کچھ گھر میں ہے فوراً مہمان کو کھلادیں گی خود فاقہ کردیں گی۔ یہ اخلاق ایسے پاکیزہ ہیں کہ ان سے بڑے درجے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اکثر مردوں کو یہ اخلاق حاصل ہی نہیں۔ (التبلیغ صفحہ ۵۴ جلد ۷)

برصغیر کی عورتوں کی وفاداری

برصغیر کی عورتیں تمام ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں۔ یہ (عورتیں) تو نکاح کرکے شوہر کے ساتھ ایسی وابستہ ہوتی ہیں کہ اپنے باپ ماں کو اکثر چھوڑ دیتی ہیں۔ چنانچہ اگر اس کے باپ یا ماں یا اور کسی عزیز (رشتہ دار) کے ساتھ کبھی شوہر کی ان بن ہوجائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے۔ ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی۔

یہ بے چاری برصغیر کی عورتیں ہیں جو مہر بھی معاف کردیتی ہیں اور عمر بھر نان نفقہ کی تکلیف بھی سہتی ہیں۔ خیر کسی کے پاس ہو ہی نہیں تو اس کی شکایت نہیں اس صورت میں تو عورتیں خود محنت مزدوری کرکے شوہر کو کھلاتی ہیں۔

اگر خاوند بے توجہی سے یا اور کسی وجہ سے لڑ بھڑ کر یا ناداری کی وجہ سے یا قید ہوکر گھر سے چلا جائے اور پچاس برس تک باہر رہے اپنی خبر بھی نہ دے کہ مرگیا ہوں یا زندہ ہوں اور بیوی کا کوئی معاش بھی نہ ہو، اس پر بھی جس وقت آئے گا بیوی کو اس کونے میں بیٹھا دیکھ لے گا جس میں چھوڑ گیا تھا۔ دیکھ لے گا کہ نامراد رہی ہے، سڑ رہی ہے، مردوں سے بدتر حالت ہے۔ مگر یہ نہیں ہوا ہوگا کہ امانت میں خیانت کی ہو یا کسی اور پر نگاہ ڈالی ہو۔ یہ صفت ایسی ہے کہ اس کے واسطے سب ناز گوارا کئے جاسکتے ہیں۔ اس صفت کے سامنے کسی عیب پر بھی نظر نہیں پڑنا چاہئے۔

(التبلیغ کساء النساء صفحہ ۵۹ جلد ۷)

کانپور میں دیکھا گیا ہے کہ بعض عورتوں نے خاوند کے ظلم اور مار پٹائی سے تنگ آکر قاضی جی کے یہاں جاکر طلاق کی درخواست کی۔ قاضی نے کوشش کرکے طلاق دلوادی۔ ساری عمر کی مصیبتوں اور پٹائی کی وجہ سے طلاق لے تو لی مگر طلاق کے وقت زار وقطار روتی تھیں اور یہ حالت تھی کہ مرجائیں گی یا زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جائیں گی۔

عورتوں کی یہ بات بہت قابل قدر ہے کہ ان کو خاوند سے عشق ہوتا ہے۔ ہماری عورتوں میں محبت کا مادہ اس قدر ہے کہ سچ مچ عشق کا مرتبہ ہے۔ پھر کیا اس کی یہی قدر ہے کہ ان کو تکلیف دی جائے یا ذرا ذرا سی ناگواری پر ان کو الگ کردیا جائے۔

(ایضاً صفحہ ۱۲۷ جلد ۷)

●●

اپنا محاسبہ خود کیجئے

سید محمد شارق حسینی

عن شداد بن اوس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال! ألكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من أتبع نفسه هواها وتمنى على الله۔

ترجمہ.... حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عقل مند شخص وہی ہے جس نے اپنے کو پہچانا اور موت کے بعد والے کام کئے اور بیوقوف وہ شخص ہے جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور پھر اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "کیس" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "کیس" وہ شخص ہے جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرے قبل اس کے کہ قیامت میں اس کا محاسبہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ محاسبہ کرتے رہو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور ایک بڑی حاضری کے لئے اپنے کو مزین اور تیار رکھو اور قیامت میں حساب اسی شخص کے لئے آسان ہے جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ ایک اور جگہ حضرت میمون بن مہران سے منقول ہے کہ بندہ اس وقت تک متقی اور پرہیزگار نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنا محاسبہ اسی طرح نہ کرے جس طرح وہ اپنی بیوی سے کرتا ہے کہ میرا کھانا اور لباس کہاں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عمال کو یہ ہدایت دی تھی۔ اپنے آپ کا محاسبہ رخصت میں کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب شدت میں لیا جائے۔ اس لئے کہ جس نے اپنا محاسبہ خوشحالی اور آسانی میں کیا اس سے پہلے کہ اس سے شدت اور سختی سے حساب لیا جائے تو وہ اپنے معاملہ میں خوش رہتا ہے اور جس نے زندگی یوں بسر کی اور اپنی خواہشات میں مشغول رہا تو وہ ندامت اور خسارہ کی طرف لوٹ آتا ہے۔

ابن قیمؒ محاسبہ کے سلسلے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ محاسبہ نفس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محاسبہ وہ ہے جو عمل کرنے سے پہلے کیا جاتا ہے دوسرا محاسبہ وہ ہے جو عمل کے بعد کیا جاتا ہے۔

تو پہلی قسم کا تعلق جہاں تک ہے تو خیال و ارادہ آتے ہی فوراً رک جائے اور عمل کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اس کے چھوڑنے کا رجحان غالب آجائے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو کسی بھی کام کے وقت رک جائے اگر وہ اللہ کے لئے ہے تو اس کو کرگزرے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے کے لئے ہے تو مؤخر کرے۔

ایک حدیث میں ہے جس سے محاسبہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جلیل سے فرمایا کہ میں نے تم کو جنت میں دیکھا ہے آخر تم کونسا عمل کرتے ہو؟ صحابی نے عرض کیا حضور کچھ بھی نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں رات کو سوتے وقت اپنا محاسبہ کرتا ہوں یہی خوبی ہے جس کی وجہ سے تم جنت میں دیکھے گئے۔ محاسبہ کرنے سے جہاں آدمی اتنا بلند مقام حاصل کرتا ہے وہیں اس کے چھوڑنے سے نقصانات بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اپنا محاسبہ کرنے میں کسی بھی طرح کی لاپرواہی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی طرف لے جانے والی چیز ہے اور گھمنڈی لوگوں کا شیوہ ہے کیونکہ ان کی آنکھیں انجام سے بے خبر ہوتی ہیں اور وہ اپنی اس حالت پر بہت خوش ہوتے ہیں اور اس بات کا بھروسہ ہوتا ہے وہ آخرت میں معاف کردیئے

جائیں گے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ جس کیوجہ سے وہ جان بوجھ کر اپنا محاسبہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور عاقبت سے منھ موڑ لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے لئے گناہوں کے مواقع اور زیادہ ہو جاتے ہیں اور پھر عقل بھی ماری جاتی ہے۔

ابن قیمؒ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ کہ آدمی کو سب سے پہلے فرائض میں محاسبہ کرنا چاہئے اگر کوئی نقص دیکھے تو اس کا تدارک قضا کے ذریعہ کرے پھر منہیات کا محاسبہ کرے اگر اپنے کو اس میں ملوث پائے تو توبہ واستغفار کرے پھر اپنے ولنے، چلنے، اٹھنے، بیٹھنے پر محاسبہ کرے پھر یک جگہ اور ابن قیمؒ محاسبہ کے چند مصالح یان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ محاسبہ کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ آدمی اپنے یوب پر مطلع ہوتا ہے اور پھر اور زیادہ تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر وہ اللہ کے حق کو جانتا ہے جو شخص اللہ کے حق کو نہیں پہچانتا وہ نافع نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے۔ کیونکہ وہ قلب کی اصلاح کا ذریعہ ہے اور جب قلب درست ہوتا ہے تو پورا جسم درست ہوتا ہے اگر قلب درست نہیں تو پورا جسم خراب ہے۔ الا وإن فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب۔ رواہ مسلم

●●

مکہ مکرمہ میں

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

مجھ پر خدا کا بے شمار فضل وکرم ہے آج کل
لیل ونہار بار بار طواف حرم ہے آج کل

زمزم کا جام ہاتھ میں ذکر خدا ہے ساتھ میں
میری نظر کے سامنے باب حرم ہے آج کل

تھامے ہوئے غلاف کو بہر دعا حطیم میں
ناچیز بندہ یہ ترا طالب کرم ہے آج کل

ذکرِ خدا زبان پر گرم طواف روز وشب
رو کر چمٹنا بار بار بہر ملتزم ہے آج کل

اسود حجر کا چومنا ہے شغل میرا روز وشب
اور ہاتھ میرے ہیں بلند اور چشم نم ہے آج کل

شکر خدا ادا کرے مجھ سا نحیف وناتواں
مجھ پر تو فضل ایزدی بے کیف وکم ہے آج کل

رب العلا کے سامنے شام وسحر جبین نیاز
بندہ ترا درِ حضور تسلیم خم ہے آج کل

تیرا کرم میں گن سکوں میرے لئے محال ہے
میرے خیال سے بلند تیرا کرم ہے آج کل

میری دعا تو کر قبول آنا مرا نہ ہو فضول
لب پر دعا ہے تیز تر اور دم بدم ہے آج کل

ہاتف نے دی صدا مجھے کچھ غم نہ کر دل حزیں
تیرا مقام تو بلند بیت السلم ہے آج کل

●●

مولانا بدیع الزماں صاحب ندوی قاسمی

گھر اور ماں کی تعلیمی وتربیتی اہمیت

کوئی گھر بچوں سے مطمئن نہیں

اکثر وبیشتر بچوں کا زمانہ بے جا لاڈ پیار اور لاپروائی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور جب یہی بچے بڑے ہوتے ہیں تو والدین اور سماج کے لئے دردسر بن کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ سماج میں جو بد نظمی او ربداخلاقی، بے چینی اور بے اطمینانی، بے حرمتی اور بے عزتی، اور خود نمائی کی وبا پھیلتی جا رہی ہے وہ بڑی حد تک نتیجہ ہے والدین کا تربیت کے اصولوں سے ناواقف ہونے اور بچپن کے زمانے کی اہمیت کو نہ سمجھ سکنے کا، بچوں میں بغاوت۔ کشیدگی اور بے راہ روی کا مظاہرہ عام طور سے نابالغی کے زمانے میں شروع ہوتا ہے لیکن اس کی بنیاد تو شیر خوارگی کے دنوں میں پڑ جاتی ہے، اس وقت کوئی گھر کوئی خاندان مشکل سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے بچوں کی ہمہ جہت نشو ونما ہو رہی ہے یا وہ اپنے بچوں کی طرف سے پوری طرح مطمئن اور خوش ہے۔

اچھا گھر سینکڑوں مدرسوں سے بہتر

گھر کی تعلیمی اہمیت اور افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ دراصل بچہ کی معاشرتی نشو ونما گھر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے چاروں طرف جو کچھ دیکھتا ہے اس کی نقل کرنے لگتا ہے۔ اور وہ نقل کے ذریعہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس کے لئے سمجھدار والدین بچے کے سامنے اچھی چیزوں، اچھے کاموں، اچھے خیالات اور اچھے اخلاق کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ شخصیت کی نشو ونما کی تکمیل سن بلوغ میں ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے رخ اور سمت کا تعین بڑی حد تک گھریلو زندگی کے شروع کے چند برسوں ہی میں متعین ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ بچے کو معاشرتی زندگی کا پہلا سبق گھر میں ملتا ہے اور ماں کی گود کے بعد گھر اس کی تعلیم وتربیت کا دوسرا مؤثر ادارہ سمجھا جاتا ہے اور گھر کی تعلیم وتربیت کے اثرات ساری عمر باقی رہتے ہیں۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ اچھا گھر سینکڑوں مدرسوں سے اچھا ہوتا ہے۔

گھر کی زندگی کا اثر بچے کی دلچسپیوں پر

یہ ایک حقیقت ہے کہ گھر کی زندگی کا اثر بچے کی دلچسپیوں پر بھی پڑتا ہے۔ بیٹا باپ سے اور بیٹی ماں سے گھر کے کام کاج اور امور خانہ داری کی تعلیم حاصل کرتی ہے اور جن گھرانوں کا محض ادبی اور علمی ماحول ہوتا ہے وہاں بچوں کو عام طور سے علم وادب سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیز عام طور سے دیکھی جاتی ہی کہ کسان کے بیٹے کو کاشتکاری سے، بڑھئی کے بیٹے کو نجاری سے اور تاجر کے بیٹے کو تجارت سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے والدین کے کاموں کو اچھی طرح سیکھ لیتے ہیں، اس طرح بچے کی دلچسپیوں کو جاننے کے لئے گھر کے ماحول اور اس کے پس منظر کے مطالعے سے مدد ملتی ہے۔

اچھی ماں سینکڑوں استادوں سے بہتر

بچے کی تعلیم ماں کی گود اور گھر کے سماجی ماحول سے شروع ہوتی ہے۔ گھر میں اپنے ماں باپ کے طرز معاشرت اور اخلاق سے متاثر ہوتا ہے۔ اور وہ سب کچھ سیکھتا ہے جس سے اسے اپنی زندگی میں چاروں طرف سابقہ پڑتا ہے ہمیں کبھی بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ بچے کی پرورش خودرو پودوں کی طرح نہیں، بلکہ ان پودوں کی طرح ہونی چاہئے جو ایک تربیت یافتہ اور تجربہ کار مالی کی نگرانی میں پروان چڑھ کر چمن کی خوبصورتی اور رونق میں اضافہ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ والدین کی

تربیت کے نقوش انسان کی شخصیت میں نظر آتے ہیں اور اچھے اور برے نقوش کو دیکھ کر والدین کی تربیت اور تربیت کے طریقوں کو یاد کیا جاتا ہے۔

ہمیں سمجھنا چاہئے کہ بچہ پیدائش کے وقت سیرت کے اعتبار سے فرشتہ صفت ہوتا اس کی معصومیت، بے باکی، بے چارگی، بے تکلفی سادگی اور سچائی وغیرہ فطری ہوتی ہیں لیکن بعد میں بعض ہم جولیوں اور عزیزوں کی صحبت سے دھیرے دھیرے اسے بالکل غیر فطری اور بالآخر غیر سماجی بنادیتی ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ اس عمر میں جس کو جیسی صحبت ملتی ہے وہ ویسا ہی بنتا ہے اسی لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ ہر صورت حال میں بچے کے سامنے اچھے انسان ہونے کا ثبوت دیا جائے تاکہ اس کی تمام تر مخفی صلاحیتیں اس کی تغیر پذیر فطرت کے باعث اچھی شکل مین بروئے کار آسکیں۔ مختصر یہ کہ بچہ فطرتاً نیک ہوتا ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ فرشتہ خصلت آدمی بنے یا شیطان صفت انسان، ان دونوں قسم کی شخصیتوں کے بننے یا نہ بننے کا انحصار پورے طور سے گھر پر ہوتا ہے اور گھر کے سماجی اور اقتصادی ماحول پر نیز ماں باپ بالخصوص ماں کی شفقت اور توجہ کا بھی شخصیت کی نشو ونما پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ دراصل ماں کی رہنمائی بچے کی شخصیت کی نشو ونما اور سیرت کی تعمیر میں معمار کا رول ادا کرتی ہے۔ بچہ فطرتاً سب سے زیادہ ماں کے قریب ہوتا ہے اور ماں ہی کو وہ اپنا غمخوار، ہمدم، اور ہمدرد جانتا ہے۔ ماں کی سیرت کی جھلک بچے کی سیرت میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے۔ اچھی ماں اپنے لخت جگر کی خوبیوں اور خامیوں سے واقف ہوتی ہے۔ وہ نہایت آسانی کے ساتھ خامیوں کو دور کرے خوبیوں کو اجاگر کرسکتی ہے۔ ماں کے ذریعہ بچے کو جو تعلیم ملتی ہے وہ زندگی بھر کام آتی ہے، کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ ایک اچھی ماں سینکڑوں استادوں سے بہتر ہوتی ہے۔ علمی دنیا میں تو اب تعلیم وتربیت کے عمل میں گھر او روالدین بالخصوص ماں کی اولیت ومرکزیت کو تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ لیکن علمی زندگی میں ابھی اس بات کا پورا احساس نہیں ہے، خدا کرے کہ یہ چند سطریں اس کا احساس دلانے میں کامیاب ثابت ہوں۔ آمین۔

●●

نعت

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

مجھ حقیر وبے نوا پر ہے کرم اللہ کا — امتی مجھ کو بنایا ہے رسول اللہ کا
وہ رسول اللہ، محبوب خدا، ختم الرسل — وہ رسول اللہ دانائے سبل مولائے کل
وہ رسول اللہ جو ہیں رحمۃ للعالمین — وہ رسول اللہ، یٰسین وصادق وطٰہٰ امین
وہ رسول اللہ جن کی خاک پا خاک شفا — وہ رسول اللہ جن کا حکم ہے خُذ ما صفا
وہ رسول اللہ شاہد جن کے ہیں لوح وقلم — وہ رسول اللہ امت جن کی ہے خیر الامم
وہ رسول اللہ جن کے دم قدم سے کائنات — وہ رسول اللہ جن کی ہر ادا جانِ حیات
وہ رسول اللہ جن کا ہے ہر اک ادنیٰ غلام — وہ رسول اللہ پاکیزہ صفت شیریں کلام
وہ رسول اللہ جن کا معجزہ شق القمر — وہ رسول اللہ جن کے دم سے ہیں شام وسحر
وہ رسول اللہ جن کا فیض ہے فیض عمیم — وہ رسول اللہ جن کی ذات ہے ذاتِ کریم
وہ رسول اللہ جن پر دل فدا اور جاں نثار — وہ رسول اللہ جن پر باپ صدقے ماں نثار
وہ رسول اللہ جن سے گلشن ہستی نہال — وہ رسول اللہ جن سے دونوں عالم کا جمال

□□

مولانا محمد اقبال رحیمی

عہد وسطیٰ میں مسلمان اور یورپ

آج کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ کہی جانے والی یورپین قوم جو یقیناً دنیاوی ترقیات سے ہم کنار ہے اور ساری دنیا سے آگے ہے، ان کا جب ہم تاریخی تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ترقیات عربوں کے علمی کمالات کی مرہون منت ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یورپ کی اس ترقی کی بنیاد عربوں نے رکھی ہے۔

آیئے! ہم ایک جائزہ یورپ کی اس زندگی کا لیں جو وہاں اسلام اور عربوں کے پہونچنے سے پہلے تھی۔

عہد وسطیٰ کے ابتدائی دور میں یورپ وحشت وبربریت اور جہالت میں گرفتار تھا، وہاں تہذیب اور اخلاق کا کوئی تصور نہیں تھا چنانچہ غلام جیلانی برق اپنی شہرہ آفاق کتاب میں (یورپ پر اسلام کے احسانات) ڈاکٹر ڈریپر کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں "قرون وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق ودق، بیابان وبے راہ جنگل تھا، چھوٹی چھوٹی بستیاں جھونپڑوں کی شکل میں آباد تھیں، جا بجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے، گھاس کا بستر ہوتا تھا، بھینس کے سینگ میں شراب پیتے تھے، صفائی کا انتظام ندارد، راستے میں فضلوں اور کیچڑوں کا ڈھیر، تنگی رہائش کی وجہ سے مویشیوں اور انسانوں کا ایک ساتھ رہنا اور سونا عام تھا، ایک ہی لباس سالہا سال پہنتے تھے اور دھوتے نہ تھے، نہانا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی کے بادشاہ فریڈرک ثانی پر کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی تھا کہ یہ مسلمانوں کی طرح ہر روز غسل کرتا ہے غلیظ جسم میلے کپڑوں میں جوؤں کی بھرمار تھی فقروفاقہ کا یہ عالم تھا کہ سبزیاں درخت کے پتے اور چھال ابال کر کھاتے تھے، زنا شراب نوشی، امراء کے طبقے میں عام تھی۔ ڈاکوؤں کی بھرمار تھی، بعض پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنے والے ڈاکو آدم خور تھے، وبا اور بیماریاں عام تھیں۔

جاگیرداروں کی طرف سے کسانوں اور زرعی غلاموں پر ظلم وستم کی کوئی حد نہ تھی ان کی زندگی بڑی قابل رحم تھی بادشاہ من مانی کرتے تھے، قانون کی کوئی حیثیت نہ تھی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی رواج نہ تھا، صرف پوپ اور پادریوں کی بتلائی ہوئی باتیں ان کے علم کی انتہا ہوا کرتی تھی۔

چھٹی صدی عیسوی میں اسلام طلوع ہوا اور ساتویں صدی کے نصف اول تک مسلمان جزیرۂ عرب سے نکل کر افریقہ اور یوروپ میں پہونچ چکے تھے جب مسلمان یورپ پہونچے تو ان کو ان قابل رحم حالات سے دوچار پایا، جس کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔

مسلمان اپنے ساتھ درجنوں علوم لے کر گئے اور ان اہل یوروپ کو تعلیم اور دیگر فنون سے واقف کرایا اور مکمل تہذیب وتمدن دیا۔ ان کے تمام پہلوؤں پر اثر ڈالا، ان کی وضع قطع، طور طریقے، رہن سہن کا معیار، عورتوں کا مقام سب بدل گئے جس سے وہ ایک مہذب قوم بن گئے۔

عرب صرف ملکوں کو فتح کرنے والے جنگجو ہی نہیں تھے بلکہ اسلام کے پرچم تلے متحد ہونے کے بعد عربوں نے علم ودانش کی تحصیل کا کام شروع کیا اور ایک وسیع سلطنت کے قیام نے یونانی، ایرانی، ہندوستانی اور بہت سے تہذیبوں کے فکری میلانات اور سائنسی روایات کو قریب تر آنے کے مواقع فراہم کئے، عربوں نے ہر ملک وملت کے علوم کو اپنایا اور ان کو مزید وسعت عطا کی۔

عربوں کی سائنسی معلومات اپنے

وقت کی ترقی یافتہ معلومات کہی جاسکتی ہے انہوں نے یونان اور ہندوستان سے طبی علوم سیکھے اور اس فن کو اتنی وسعت دی کہ آج کے تمام تر علمی ترقیات انہی کے مرہون منت ہیں۔ اب ہم اس مضمون میں عربوں کی ان علمی موشگافیوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں۔

طبی علوم:

مسلمانوں میں بڑے بڑے Physician پیدا ہوئے جن میں ابومحمد بن زکریا (۸۵۴ء) جنہیں یوروپ Rhozes کے نام سے جانتے ہیں اپنے وقت کے سب سے بڑے فلسفی اور Physicioa تھے۔ الرازی کو طب کے علاوہ جراحی میں بھی بڑی مہارت تھی، مریض کو بے ہوش کرنے کے لئے افیون کا استعمال اور زخم سینے کے لئے تانت کا استعمال الرازی کی ایجاد ہے، چیچک اور خسرہ کو الگ کرنے ان کی علامات اور ان کے علاج کے سلسلے میں الرازی نے سب سے پہلے پتہ لگایا۔

الرازی نے طب پر ایک کتاب ''الحادی'' لکھی جو طب کی انسائیکلوپیڈیا ہے اور جو چوبیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ لندن، پیرس اور ہندوستان کی کئی لائبریریوں میں اس کتاب کے مخطوطات موجود ہیں۔

مسلمانوں میں دوسرا عظیم Plysician ابوعلی بن سینا ہے جسے اہل یوروپ میں Avicenna کے نام سے جانا جاتا ہے (980) میں سلطان بن منصور کے دربار میں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز ہوئے، انہوں نے ہی سب سے پہلے اس بات کا انکشاف کیا کہ T.B. (Tuber Closis) ایک متعدی بیماری ہے۔ طب میں ان کی مشہور کتاب ''القانون'' ہے جس کے ذریعہ اسلامی دنیا کے علاوہ یوروپ میں بھی چھ سو سال تک طب کی تعلیم دی جاتی رہی (۳)۔ ان سب کے علاوہ ابن سینا اپنے وقت کا بڑا فلسفی، ریاضی داں اور ماہر فلکیات تھا۔ ان کی کتاب ''الشفاء'' Book of Healthin ایک زبردست کتاب ہے جس میں فلسفے سے لے کر سائنس تک کی معلومات ہے۔ (۴)

اس دور کے ایک طبیب ''ابوقاسم زہراوی'' ہیں جنہیں اہل یوروپ ABul Casis کے نام سے جانتے ہیں ان کی پیدائش (۹۳۶) میں ہوئی یہ قرطبہ کے دربار میں شاہی طبیب تھے۔ طب کے موضوع پر ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''التصریف'' ہے جو تیس ابواب پر مشتمل ہے جس میں آخری باب Surgery سے متعلق ہے اس میں جراحی کے بہت سے آلات کی تصاویر شامل ہیں، اس کتاب میں مثانے کے آپریشن، ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے، اترے ہوئے پٹھوں اور جوڑوں کو بٹھانے، خراب عضو کو کاٹنے، عورت کی زچگی اور جملہ امراض پھنسی پھوڑے کے چیرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب برسوں تک یوروپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی۔ (۵)

ابن النفیس:

عہد وسطیٰ کا ہی ماہر طبیب اور سائنس داں تھا جس نے سب سے پہلے خون کا دباؤ Blood Pressure کو بیان کیا۔

ابوالولید محمد بن اشد:

اہل یوروپ Averroes کے نام سے جانتے ہیں انہوں نے چیچک کے بارے میں تحقیق کی اور ایک کتاب ''الکلیات'' لکھی جس میں چیچک کے بارے میں اہم معلومات دی گئی ہے، نیز آنکھ کی پتلی کے بارے میں تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ وہ کس طرح کام کرتی ہے۔

مذکورہ نامور اطباء کے علاوہ اسی دور میں سینکڑوں اطباء موجود تھے جن کا اپنا ایک مقام تھا یہاں طوالت کی وجہ سے ہر ایک کا تعارف کرانا مشکل ہوگا۔

مسلمانوں نے رائج الوقت الجبرا (Algebra) علم مثلث (Trignometry) علم کیمیا (Chemistry) علم ہیئت (Astronomy) وغیرہ علوم کو بھی سیکھا اوران کو ترقی دی اور عام کیا۔

علم کیمیا:

چنانچہ علم کیمیا (Chemistry) کا بانی ''جابر بن حیان (۷۳۷) کو کہا جاتا

ہے وہ ایک تجرباتی کیمیا داں تھا، انہوں نے سفیدہ، سنکھیا اور کحل کو ان کے سلفائیڈ سے حاصل کرنے میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ان کی باقاعدہ ایک تجربہ گاہ تھی، چمڑا رنگنے، دھاتوں کو مصفا کرنے اور ان کے مرکبات بنانے کے طریقے انہی کے کیمیائی تجربات کے نمونے ہیں، لوہے کو زنگ سے بچانے کے لئے وارنش، خضاب، موم جامہ بنانے کی ترکیب جابر بن حیان کی ہی ایجاد ہے، انہوں نے اس موضوع پر تقریباً بائیس کتابیں لکھیں، یوروپ میں اٹھارویں صدی تک انہی کتابوں میں بتائے گئے اصولوں پر کیمیا داں کام کرتے تھے۔ (٦)

ابوعلی الحسن بن الھیثم

علم کیمیا کے بڑے عالم تھے، ساتھ ہی آنکھوں کے ماہر تھے، انہوں نے ایسا کیمیکل ایجاد کیا تھا جو آگ میں نہ جلے۔ اس کے علاوہ ابن الہیثم نے دو سو کتابیں تصنیف کیں جن میں بیشتر ریاضی، علم ہیئت اور روشنی پر ہیں، نیز ابن الہیثم نے شیشوں پر بھی بحث کی ہے جن سے چیزیں صاف اور بڑی دکھائی دیتی ہیں۔

ان کی سب سے مشہور کتاب ''کتاب المناظر'' ہے جس میں آنکھ کی بناوٹ اور اس کے عمل کی تشریح کی گئی ہے انہوں نے ہی سب سے پہلے اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ روشنی شفاف چیز سے گزر کر ایک اور مڑ جاتی ہے مزید یہ مرئی کا عکس واپس آنکھ تک آتا ہے اور اسی کو دکھائی دینا کہتے ہیں۔ (۷)

علم ریاضی:

اس کی تمام اقسام جیومیٹری (Aigebra Trignometry) کے موجد عرب تھے، یونانیوں کی ریاضی عربوں کی معرفت یوروپ پہنچی۔

مسلم ریاضی دانوں میں سب سے زیادہ مشہور ''عمر خیام، ابوعبداللہ، محمد بن موسیٰ الخوارزمی ثاقب بن مرساۃ، ابوالوفاء البوزجانی وغیرہ ہیں۔

علم ہیئت:

میں سب سے مشہور نام ابوریحان محمد بن احمد البیرونی کا آتا ہے، علم نجوم اور فلکیات کے ماہر البیرونی کا بڑا کارنامہ ان کی کتاب "الآثار الباقیة عن القرون الخالیة" اور دوسری کتاب بادشاہ وقت کے نام پر ''القانون المسعودی'' ہے ابوریحان البیرونی کا شمار اسلام کے عظیم عالموں اور محققوں میں ہوتا ہے، یہ بہت سی زبانوں کے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاح، ریاضی داں، ماہر فلکیات، جغرافیہ داں، مؤرخ، معدنیات، طبیعیات الارض اور خواص الادویہ کے ماہر اور آثار قدیمہ کے عالم تھے۔ (۸)

کتب خانوں اور درس گاھوں کا قیام

عہد وسطیٰ کے مسلمانوں کے عظیم کارناموں میں سے ایک ''بیت الحکمۃ'' نامی ادارے کا قیام ہے جس کی بنیاد خلیفہ ہارون رشید نے (789) میں بغداد میں رکھی۔

اس کا بنیادی مقصد علوم حکمیہ اور دوسرے علوم وفنون کا یونانی، سریانی، کلدانی، قبطی، فارسی اور سنسکرت زبان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ تالیف، تفسیر وتعلیق، رصد گاہوں کی تشکیل اور آلات رصدیہ کی صناعی تھا۔

اس ادارے میں ہزارہا مترجم، مصنف، فلسفی، اطباء اور ماہر فلکیات اپنے اپنے کاموں کی تحقیق میں لگے رہتے تھے جن کی باقاعدہ حکومت کی طرف سے تنخواہ اور وظائف مقرر تھے۔ (۹)

علوم وفنون کی تحصیل کا جو کام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے شروع ہوا تھا بنوامیہ اور بنوعباس کے دور تک زبردست ترقی کر گیا، نتیجتاً ہزارہا درسگاہیں قائم ہوگئیں جن میں ہزاروں طلبہ قرآن، حدیث فقہ، فلسفہ، علم ریاضی، علم ہیئت اور طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یوروپ، ایشیا اور افریقہ تک سے آتے تھے۔

قرطبہ یونیورسٹی کی بنیاد (961) میں عبدالرحمٰن سوم نے رکھی تھی اس کی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں، اس کے علاوہ قرطبہ میں ستر دارالکتب تھے۔

طرابلس کی لائبریری میں تیس لاکھ (3000000) کتابیں تھیں اس دور میں

ہر پڑھا لکھا شخص کتابیں جمع کرتا تھا، امراء وزراء اور سلاطین کے ذاتی کتب خانے ہوتے تھے، جس میں ہزاروں کتابیں ہوا کرتی تھیں۔

اہل بغداد نے اتنی کتابیں جمع کیں کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو لوٹا اور تباہ و برباد کردیا تو کتابوں کو دریا میں پھینک دیئے جانے کے سبب ایک پشتہ سا بن گیا جس پر لوگ چل سکتے تھے اور روشنائی گھلنے کی وجہ سے دریا کا پانی کالا سا ہوگیا۔

ان تمام کے مقابلے میں تیرہویں صدی تک یوروپ میں سب سے بڑی لائبریری جو کینٹربری میں تھی اس میں صرف پانچ ہزار کتابیں تھیں۔

یوروپ کی کسی بھی لائبریری میں ۱۰۰ سے زیادہ کتابیں نہ تھیں کتابوں کی کمیابی کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں میں لکھنے والے بہت کم تھے دوسرے یہ کہ ان کے یہاں کاغذ نہیں تھا، چمڑے کی جھلی پر لکھا کرتے تھے۔

مختلف ایجادات

کاغذ: اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں کہ کاغذ کے اصل موجد چینی ہیں لیکن اسے ترقی دینے اور پھیلانے کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔

ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے سمرقند کو فتح کیا تو یہ صنعت وہاں سے لی اور کاغذ سازی کا کارخانہ ہارون رشید نے بغداد میں بنوایا اس کے بعد یہ صنعت دیگر ممالک میں عام ہوئی۔

قطب نما: مسلمانوں کی ایجاد ہے، یہ آلہ قرون اولیٰ کے تمام تجارتی و جنگی جہازوں میں لگا ہوا تھا جب یہی چیز قرون وسطیٰ میں یوروپ میں عام ہوئی تو واسکوڈی گاما ہندوستان اور کولمبس امریکہ دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے (۱۰)

بارود اور توپ: بارود بنانے والے اور استعمال کرنے والے سب سے پہلے مسلمان تھے، سسلی اور اسپین کی صنعت گاہوں میں دیگر اسلحہ کے ساتھ ساتھ ایک مسالہ تیار کیا جاتا تھا جس کو بوتلوں میں بھر کر سنگ انداز مشینوں سے دشمنوں پر پھینکا جاتا تھا۔

توپ کا سب سے پہلا افریقہ کے سردار یعقوب (1205) نے کیا، یوروپ کے تاریخ نویس "راجر بیکن" کو بارود کا موجد مانتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ بارود سازی عربوں کے ذریعہ ۱۲۲۰ء میں لکھی گئی ایک کتاب "کتاب النار لاحراق الامداد" سے راجر بیکن نے بارود بنانا سیکھا (۱۱)

گھڑیوں کی ایجاد: خلیفہ ہارون رشید زمانے میں ہوگئی تھی چنانچہ ایک ایسی گھڑی جو تحفۃً انگریز بادشاہ شارلیمان کے پاس بھجوائی تو یوروپ کے لوگ اس کو دیکھ کر حیران تھے کہ آخر یہ کیسے چل رہی ہے بلکہ لوگ یہ گمان کر رہے تھے کہ اس میں کوئی بھوت ہے جو اس کو چلاتا ہے۔ اسی طرح سلطان الکامل نے صلیبی بادشاہ فیڈرک کو ایک کلاک تحفۃً بھیجا جس میں شمس و قمر حرکت کرتے تھے اور چھ گھنٹے کے بعد اس میں ٹن کی آواز ہوتی تھی۔ اسی طرح سسلی میں ایک چشمہ پر مسلمانوں نے ایک ایسا گھڑیال بنایا جو نماز کے اوقات میں بجتا تھا اور اس کی آواز کئی میل دور تک سنائی دیتی تھی۔

اس کے علاوہ گھڑی کی مشینری پر مسلمانوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ڈاکٹر ڈیوران کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اسپین کے سائنس داں ابن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا (۱) عینک کا شیشہ (۲) وقت بتانے والی گھڑی (۳) اور ایک ایسی مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔

اسپین میں ایک پریس تھا جس میں عبدالرحمٰن کی کتابیں چھپتی تھیں۔ سسلی میں ایک مشین تھی جس سے کنوؤں کا پانی بلندی تک پہنچایا جا سکتا تھا، ان تمام کے علاوہ زمین سے مختلف ستاروں کا فاصلہ معلوم کرنے والے آلات، اور بھاری بھرکم چیزوں کو بلندی تک پہنچانے کے لیے بھی اسی دور کی ایجادات میں سے ہیں۔

آج بھی عربوں کی قالینیں، چمڑے کا کام خوبصورت تلواریں، ریشم کندہ کاری، دھات کا کام اور شیشوں پر مینا کاری، چینی کے برتن اور فانوس ہر جگہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

عربوں کی تجارت اور

سمندری اسفار

اہل عرب کی تجارت اور اسلام سے پہلے ہی بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی جو کہ بری اور بحری دونوں راستوں سے ہوا کرتی تھی، اسلام کے بعد اس میں مزید ترقی ہوگئی، چنانچہ عرب مسلمانوں کے جہاز خلیج فارس، بحر ہند، بحرالکاہل، بحر بالٹک تک جاتے تھے، آج ہندوستان، سری لنکا، انڈونیشیا، ملیشیا، اور ان کے اطراف کے جزائر چین وسطی اور مشرقی افریقہ، مالدیپ میں موجود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد انہی عرب تاجروں کی یادگار ہے۔

فتح اندلس کے بعد بارسلونا، خلفاء اندلس کی بحری تجارت کا مرکز تھا، جہاں سے روزانہ سیکڑوں جہاز مال تجارت سے لدے ہوئے دنیا کے مختلف کونوں میں جایا کرتے تھے، جن میں موصل کی ململ، دمشق اور طلیطلہ کی تلواریں، عدن اونی کپڑے، حلب کے شیشے، رے کے رنگین منقش برتن، ایران کے قالین، نیشاپور کے عطر دور دور تک مقبول عام تھے..

اسپین اور سسلی کی انہی تجارتی و صنعتی سرگرمیوں نے یوروپ کی تجارت کو جنم دیا۔ عربوں کے جنگی بیڑی بھی تھے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو اسلامی تاریخ میں اس کے کارفرما اور بانی ہیں کے ان کے زمانے میں مسلمانوں کا جنگی بیڑہ ۱۲۰۰ جہازوں پر مشتمل تھا۔

مندرجہ بالا تمام تر حقائق کو سامنے رکھ کر یہ بات کہتے ہوئے ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ آج وہی قوم جس نے پوری دنیا کی عرصہ دراز تک قیادت کی۔ دنیا کو تہذیب سے آراستہ کیا، علوم و فنون سے نوازا، ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔ آج وہی قوم یوروپ کے شکنجے میں پھنسی ہوئی ہے، دنیا کے ہر شعبہ میں یوروپ کی محتاج ہوگئی ہے، اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

جاتا۔ بلکہ وہاں عورت شادی سے پہلے بھی شوہر سے جنسی اختلاط رکھتی ہے ناصر نے شادی سے قبل مجھے بغیر حجاب کے نہیں دیکھا تھا۔ اس بناء پر دل میں یہ خدشہ موجود تھا کہ پتہ نہیں ناصر مجھے پسند کریں گے یا نہیں! اللہ کا شکر ہے کہ شادی کے بعد دونوں ایک دوسرے کی پسند ٹھہرے اور باہم دوست بن گئے۔

میں نے اپنے شوہر کو تقاضائے اسلام کے مطابق اول روز سے اپنے سے برتر درجہ دیا ہے۔ مغربی تہذیب اس عمل کی نفی کرتی ہے اور مرد و زن میں فطری فرق موجود ہے مردوں کے اپنے تقاضے ہیں اور عورتوں کے اپنے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مردوں اور عورتوں کے لئے احکام وقوانین میں بھی فرق رکھا ہے عورتوں نے جب سے مردوں کے برابر مقام کی جستجو کی ہے۔ انہوں نے اپنے لئے مشکلات پیدا کرلی ہیں وہ زندگی کی آسانیوں سے محروم ہوگئی ہیں۔

ہدیٰ خطاب اپنی گفتگو مکمل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ مغربی تہذیب کا یہ فسوں اور غلط معیارات آخر کار ٹوٹیں گے۔ برطانیہ امریکہ جرمنی فرانس اور دیگر ممالک میں جس رفتار سے اسلامی پیش قدمی جاری ہے وہ نہایت حوصلہ افزا ہے صرف برطانیہ میں پچھلے چند سالوں میں بیس ہزار افراد اسلام قبول کرچکے ہیں۔ ان نومسلموں میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے صرف گلاسکو شہر میں ہر مہینے ایک خاتون مسلمان ہو رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک روز ایسا آئے گا جب برطانیہ کی اکثریتی آبادی اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لے چکی ہوگی۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
اقبال

محترم قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

۲۵ خوش نصیب خواتین

جنہیں دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری سنادی گئی

مناسب معلوم ہوا کہ ان خوش نصیب خواتین کا ذکر خیر کردیا جائے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جنت کی خوش خبری ملی ہے۔ زیادہ تفصیل جاننے کے لئے احمد خلیل جمعہ کی کتاب نساء مبشرات بالجنۃ ملاحظہ کی جائے۔ اسی کتاب سے مدد لی گئی ہے۔

ام المؤمنین

حضرت خدیجہؓ

حضرت خدیجہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ ساری اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔

بارہا حضرت خدیجہؓ کو زبان نبوت سے جنت کی خوشخبری ملی۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ

یہ حضرت علیؓ کی والدہ ہیں۔ زبان نبوت سے ان کو جنت کی خوش خبری ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص ان کے کفن میں دی۔

ام حرام بنت ملحانؓ

یہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بیوی ہیں۔ ان کی قبر قبرص میں ہے۔ زبان نبوت سے ان کو جنت کی بشارت مل چکی ہے۔

ام عمارہ نسیبہ بنت کعبہؓ

یہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو احد کے دن بمع سب گھر والوں کے جنت کی خوش خبری ملی۔

ام رومان بنت عامرؓ

یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ ہیں۔ یہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہؓ کی والدہ ہیں۔ جنت البقیع میں ان کی قبر ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں اتارا ہے۔ ان کو بارہا جنت کی بشارت ملی۔

ام ایمن برکۃ بنت ثعلبہؓ

یہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ان کو جنت کی بشارت بنوت سے ملی۔

الربیع بنت معوذؓ

ان کے بڑے فضائل ومناقب ہیں زبان نبوت سے ان کو جنت کی خوش خبری ملی ہے۔

سمیہ بنت خباطؓ

ان کی بڑی دینی خدمات ہیں اور سب سے پہلے اسلام کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہید اسلام ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

کبثہ بنت رافعؓ

حضرت ام سعدؓ کے بڑے مناقب احادیث میں منقول ہیں زبان نبوت سے جنت کی خوش خبری حاصل کی۔

ام المؤمنین

حضرت زینب بنت جحشؓ

بڑی صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔ ازواج مطہرات میں داخل ہیں۔ آپ کی وفات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خوش خبری دی تھی کہ میرے بعد مجھ سے میری وہ بیوی ملاقات کرے گی جو لمبے لمبے ہاتھوں والی ہوگی یعنی صدقہ وخیرات زیادہ کرنے والی ہوگی۔ زبان نبوت سے جنت کی بشارت ملی۔

ام المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کائنات اللہ کی

زمین کی واحد خوش نصیب ہیں کہ ان کی صفائی کی گواہی خود اللہ پاک نے دی ہے۔ پوری تفصیل کے لئے ہماری کتاب صدیقہؓ کائنات کا مطالعہ کیا جائے۔ بارہا جنت کی بشارت پائی۔

فاطمہ بنتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خدیجہؓ کی بیٹی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی والدہ ہیں۔ حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ بارہا جنت کی بشارت ملی۔

فریعۃ بنت مالکؓ

بڑی ذہین وفطین خاتون تھیں اور بڑی صابرہ اور ذاکرہ تھیں۔ ان کو بھی جنت کی بشارت ملی۔

ام المنذر سلیم بنت قیس الانصاریہؓ

آپؓ ہر خیر کے میدان کی شاہ سوار تھیں۔ جنت کی بشارت عظمیٰ پا گئیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ

حضرت اسماء حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ آپؓ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہارے جنت میں دو نطاق ہیں۔

حضرت ام سلیمہ بنت ملحانؓ

یہ حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ہیں۔ آپؓ کے بڑے فضائل ومناقب ہیں۔ آپؓ کو زبان نبوت سے بشارت ملی ہے۔

حضرت ام ورقہ الانصاریہؓ

آپؓ وہ جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ بڑا مرتبہ اور مقام رکھتی ہیں۔ زبان نبوت سے جنت کی بشارت پا چکی ہیں۔

حضرت اسماء بنت یزید السکن الانصاریہؓ

آپ کا بڑا مقام ہے۔ زبان نبوت سے بشارت پاکر جنت کی حق دار بن گئیں۔

ام المؤمنین

حضرت حفصہ بنت عمرؓ

آپؓ کا بڑا مقام اور مرتبہ عمرؓ کی صاحب زادی ہیں زبان نبوت سے بشارت پا چکی ہیں۔

یہ ایسی وہ خوش نصیب خواتین ہیں۔ جن کو دنیا میں جنت کی بشارت ملی ہے۔ دو مزید ایسی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے بارے میں جنت کی بشارت پائی جاتی ہے۔

حضرت آسیہؓ

یہ دنیا کے بڑے ظالم اور خدائی کے دعویٰ کرنے والے فرعون کی بیوی ہیں مگر اس ظلم وستم کے دور میں ایمان بچالیا اور جنت کی بشارت پاچکی۔

حضرت مریمؓ

یہ حضرت سیدنا عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ ہیں۔ قرآن پاک میں بارہا ان کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ بڑا مقام پایا۔ بغیر شوہر کے اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔

حضرت سعیدہ سیاہ فام صحابیہؓ

حضرت خدیجہؓ کی خدمت گار تھیں۔ مرگی کی وجہ سے ستر کھل جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا جواب کے ساتھ جنت کی بشارت بھی دی گئی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ)

حضرت زینبؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپؓ کے انتقال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الحقی بسلفنا الخیر عثمان بن مظعون" جہاں ہمارا بہترین پیش رو عثمان بن مظعون پہنچ چکا ہے تم بھی وہاں چلی جاؤ (وہ تو پہلے جنت کی خوش خبری پاچکے ہیں۔)

••

ساقیا ابر لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تک بس چل سکے ساغر چلے

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

مولانا سید محمد علی مونگیری رح

ہندوستان میں مسلم سلطنت کے زوال اور انگریزی اقتدار کے بعد مسلمانوں نے بچی کچھی توانائی جمع کی اور اپنے بقاء وتحفظ اور آئندہ مسلمان کو زندگی گذارنے اور دین پر قائم رہنے کے لئے راہیں سوچنی شروع کیں، اس غور وفکر اور تبادلہ خیال کے نتیجہ میں دوطرز کے خیالات نمایاں ہوئے ایک نے دنیاوی فلاح وبہبود کے لئے جدید رنگ، جدید تہذیب، مغربی علوم اور انگریزی معاشرت کے اختیار کرنے پر زور دیا اور اس کے لئے سرسید احمد خاں کی سرکردگی میں علی گڈھ محمڈن کالج کی بناء رکھی جس نے ۱۹۲۰ء میں وسعت اختیار کرکے مسلم یونیورسٹی کی شکل اختیار کرلی اور دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ نئی تہذیب وتعلیم اور انگریزی طرز فکر ومعاشرت مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے اس لئے صرف دینی تعلیم کا ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کی سربراہی ایک مدت کے بعد مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمائی اور اس دینی ادارہ کی ''دارالعلوم'' کے نام سے دیوبند میں بنیاد رکھی گئی جس کی شکل ایک چھوٹے مدرسہ کی تھی جسے حاجی سید عابد حسین نے قائم کیا تھا، اس طرح دنیا اور دین کے دو الگ الگ ادارہ قائم ہوگئے اور دونوں میں کشمکش شروع ہوکر کشیدگی اور مخالفت کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور مسلمان دوگروہوں میں بٹ گئے، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہونچا، اس سے قبل مسلمان دینی اور دنیاوی تعلیم کو الگ الگ نہیں سمجھتے تھے، ضرورت تھی کہ کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو دین ودنیا اور جدید وقدیم کا سنگم ہو اور مسلمانوں کے باہم اختلافات کو ختم کرے اور تعاون وہم آہنگی کی فضا پیدا کرے اس مقصد کے لئے ایک ممتاز عالم دین اور روشن ضمیر بزرگ نے اس دور کے علماء وصالحین سے ملاقاتیں کیں اور اس مقصد کے لئے ایک انجمن قائم کرنے کی جانب توجہ دلائی، یہ ممتاز عالم مولانا سید محمد علی مونگیری تھے۔

مولانا سید محمد علی مونگیری کا سلسلہ نسب خاندان نبوت سے ملتا ہے یہ عالی مرتبت خاندان دعوت دین کے لئے سرزمین حجاز سے نکل کر ملتان ہوتا ہوا مظفر نگر پہونچا، خاندان کے ایک بزرگ نے کانپور میں سکونت اختیار کی، مولانا محمد علی مونگیری کانپور ہی میں ۳ر شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸ر جون ۱۸۲۶ء کو پیدا ہوئے ابھی دو ڈھائی سال کی عمر تھی کہ والد سید عبدالعلی کا انتقال ہوگیا، دادا سید غوث علی نے سرپرستی فرمائی ابتدائی تعلیم اپنے چچا سید ظہور علی اور مولانا سید عبدالواحد بلگرامی سے حاصل کی، باقی درسی کتابیں اس دور کے ممتاز وجید عالم مولانا لطف اللہ علی گڈھی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی سے پڑھیں، مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی انگریز کی قید اور جلاء وطنی سے رہا ہوئے تو کانپور میں ایک مدرسہ فیض عام کے نام سے قائم کیا، مولانا محمد علی مونگیری اس کے اولیں طالب علموں میں تھے، اسی مدرسہ میں تعلیم کی تکمیل کی، بچپن ہی سے علم کا ذوق وشوق، بزرگوں سے عقیدت اور مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے تڑپ پیدا ہوگئی تھی، ایک بار خیال آیا کہ ایک اکیلا رہائشی مکان فروخت کرکے مدینہ طیبہ چلے جائیں، مگر ایک بزرگ عبداللہ شاہ کے سمجھانے سے ارادہ ملتوی کردیا، حدیث نبوی کے حصول کے لئے اس زمانہ کے مشہور محدث مولانا احمد علیؒ سہارنپوری کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور بہت فائدہ اٹھایا، کانپور سے قریب ہی گنج مرادآباد میں ایک عارف باللہ بزرگ مولانا فضل الرحمٰنؒ گنج مرادآبادی کا قیام تھا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم کے ساتھ ساتھ روحانی فیض اور دعوتی جوش وجذبہ پیدا ہوا گنج مرادآباد سے واپس ہوکر کانپور کی ایک مسجد میں حدیث شریف کا درس شروع کیا، علمی تعمق وتبحر اور اخلاص وبے لوثی کی وجہ سے درس میں طلباء اور لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی، درس کی یہ مقبولیت دیکھ کر مدرسہ فیض عام کے مہتمم نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ مدرسہ میں درس دیا کریں، پہلے تو مولانا نے معذرت کردی مگر جب مہتمم صاحب کا اصرار بڑھا تو کہا کہ اگر حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی رائے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، مولانا گنج مرادآبادی نے ایسا جواب دیا کہ جس سے آپ نے مدرسہ فیض عام میں پڑھانا منظور کرلیا، مولانا محمد علی کو خواص وعوام کی اصلاح کی بے حد فکر تھی اس مقصد کے لئے اس زمانہ کے رواج کے خلاف ''انجمن تہذیب'' کے نام سے ایک انجمن کانپور میں قائم کی، اس کا مقصد علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں صحیح اسلامی افکار کی اشاعت وترجمانی اور ان کے درمیان باہمی اتحاد اور اخوت پیدا کرنا تھا، اس انجمن میں ہر طرح کے اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہوئے اور اس کے ذریعہ بڑا اصلاحی کام ہوا، گویا اس انجمن سے تحریک ''ندوۃ العلماء'' کی داغ بیل پڑی اور اس نے ہمہ گیر شکل اختیار کرلی مولانا مونگیری علمی ذوق اور فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے، کتب خانہ بڑا قیمتی اور وسیع تھا، مولانا مونگیری کے زمانہ میں انگریز پادریوں کی جانب سے اسلام پر شدید حملے ہورہے تھے جس کی رد ودفاع اسلام کے لئے متعدد کتابیں لکھیں جن میں مرآۃ الیقین، آئینہ اسلام، ترانہ حجازی اور پیغام محمدی، بہت ہی اہمیت کی مالک ہیں، جب مونگیر منتقل ہوکر وہاں مستقل قیام فرمالیا تو قادیانیت کا خطرہ محسوس کیا اس کے خلاف باقاعدہ تحریک شروع کی اور سو سے زائد کتابیں شائع کیں۔

مولانا سید محمد علی مونگیری نے ''انجمن تہذیب'' کے ذریعہ کانپور میں بڑی خدمت انجام دی لیکن حالات کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی ہندوستان گیر تحریک شروع کرکے علماء کی باہم کشمکش مذہبی اختلاف اور جدید وقدیم طبقے میں ہم آہنگی کی کوشش کی جائے چنانچہ مولانا نے ندوۃ العلماء کا تخیل پیش کیا اور ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر علماء کی ایک مجلس مشاورت نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ علماء کی ایک انجمن قائم کی جائے چنانچہ یہ انجمن ندوۃ العلماء کے نام سے قائم کی گئی اور مولانا کو اس کا پہلا ناظم منتخب کیا گیا اور اس کا پہلا عام اجلاس شوال ۱۳۱۱ھ مطابق اپریل ۱۸۹۲ء میں کانپور میں منعقد ہوکر بے حد مقبول ہوا، مولانا نے اس تحریک کو عملی شکل دینے کے لئے ۱۲ر محرم ۱۳۱۳ھ کے جلسہ انتظامیہ میں دارالعلوم کے قیام کی تجویز پیش کی اور وہ منظور ہوئی، مولانا نے بیک وقت ندوۃ العلماء اور دارالعلوم کی ترقی اور اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی وفلاح وبہبود کے لئے بڑا کام کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں مسلسل علالت اور ضعف اور باہمی کشمکش واختلافات کی بناء پر نظامت ندوۃ العلماء سے استعفا دیدیا اور بہار کے ضلع مونگیر منتقل ہوگئے وہاں ہی ۹ر ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء کو جان جان آفریں کے سپرد کردی نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک برصغیر ہند کے مسلمانوں کے لئے عظیم خدمات پیش کیں جس کی یاد اب تک تازہ ہے۔

●●●

قارئین رضوان سے گذارش

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، تاکہ دفتری کاروائی میں آسانی ہو۔

ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

"Rizwan Monthly"

بچے کی نیند یا جھپکی

نیند بچے کی آرام کی نشانی ہے بچہ جب تھک جاتا ہے تب اس کو آرام کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اسے نیند کی صورت میں مل جاتی ہے بھرپور گہری نیند بچے کی صحت کی ضامن بھی ہے عام طور پر بیمار اور کمزور بچے گہری نیند نہیں سو پاتے وہ تھوڑی دیر بعد چونک پڑتے ہیں کچھ بچے زیادہ دیر تک نہیں سوتے ہیں خواہ کتنے ہی تندرست کیوں نہ ہوں ان کے لئے صرف ایک نیند کی جھپکی کافی ہوتی ہے۔

نیند اور جھپکی میں فرق ہے۔ نیند میں بچہ ہر چیز سے ہر طرح کے شور و غل سے بے خبر رہتا ہے اور اسی وقت اٹھتا ہے جب اس کی نیند پوری ہو چکتی ہے۔ جھپکی میں بچہ ذرا دیر سوتا ہے اور فوراً اٹھ بیٹھتا ہے لیکن اس کی طبیعت مکدر نہیں رہتی ہے نہ وہ چڑا چڑا ہوتا ہے بعض بچے دن میں کئی کئی بار جھپکی لیتے ہیں جس کی وجہ سے والدین پریشان ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ معلوم کیا بات ہے اس بچہ کو نیند نہیں آتی ادھر سلاؤ ادھر فوراً اٹھ بیٹھتا ہے۔ ایسی عادت عام طور پر بچے کی بہت چھوٹی عمر سے لیکر پانچ چھ سال تک رہتی ہے۔

بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو شروع میں بہت کافی سوتے ہیں اکثر انہیں جگا جگا کر دودھ دیا جاتا ہے رفتہ رفتہ نیند ٹوٹنے لگتی ہے اور سونے کے وقفہ میں کمی ہونے لگتی ہے۔

ایک ماہ یعنی چار ماہ کا بچہ دن میں اور رات میں بھی کئی مرتبہ جھپکیاں لیتا ہے کیوں فوراً سونا اور جاگنا نیند میں شمار نہیں ہو سکتا ہے اس کو جھپکی ہی کہیں تو بہتر ہے۔ چار ماہ کا بچہ دن میں عام طور سے تین یا چار جھپکیاں لیتا ہے صبح کاذب کے وقت اٹھتا ہے پیشاب پاخانے سے فراغت کرکے دودھ پی کر سورج نکلنے تک پھر سو جاتا ہے پھر نو یا دس بجے اٹھتا ہے اور سہ پہر کو پھر ایک جھپکی لیتا ہے، اس کے بعد مغرب کے وقت یا کچھ دیر بعد ایک جھپکی اور لیتا ہے تب آٹھ یا نو بجے سوتا ہے۔

سات ماہ کا بچہ دو یا تین مرتبہ دن میں جھپکی لیتا ہے، زبردستی تھپک تھپک کر سلا دینے کی بات الگ ہے۔ لیکن قدرتی طور پر وہ دو ہی مرتبہ جھپکی لیتا ہے ایک مرتبہ صبح ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ شام ہونے سے پہلے زیادہ تر بچے صبح تک دیر سے سونے لگتے ہیں اسی طرح مختلف عمروں کے بچے دن میں مختلف وقفوں سے سویا یا جھپکی لیا کرتے ہیں۔ ڈھائی یا تین سال کے بچوں کے لئے البتہ کبھی کبھی مشکل ہو جاتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ کھیل رہا ہے اور کھیلتے کھیلتے وہیں زمین پر لیٹ کر سو جاتا ہے۔ آرام کے خیال سے جب اسے گود میں لیکر پلنگ پر لٹانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ فوراً جاگ پڑتا ہے اور کھیلنے کے لئے مچلنے لگتا ہے لیکن اس کو زبردستی پلنگ پر لٹا کر سلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر بچہ رو رو کر سارا گھر سر پہ اٹھا لیتا ہے ان باتوں پر ماں کو غصہ بھی آجاتا ہے اور دو چار ہاتھ بچہ پر پڑ جاتے ہیں لیکن بچہ کے مچلنے سے ظاہر ہے کہ بچہ سویا نہیں تھا بلکہ اس نے حسب عادت یا حسب معمول ایک ہلکی سی جھپکی لی تھی۔ بچوں کو اس طرح سلانا ٹھیک نہیں ہے۔

اگر بچہ کہیں سویا ہو اور اٹھانے میں جاگ جاتا ہے اور کھیلنے کے لئے کہتا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ بچہ اگر آدھی نیند سے اٹھتا ہے تو وہ خود بخود سونے کی کوشش کرتا ہے اور اگر نیند پوری ہو گئی تو وہ ہرگز نہیں سوئے گا۔ جن بچوں کو جھپکی لینے کی عادت ہوتی ہے ان کے لئے ویسا ہی انتظام کرنا چاہئے اس لئے بچوں کی کھیلنے کی جگہ صاف ستھری ہونے کے علاوہ ایک چٹائی ضرور بچھا دیں۔ تاکہ جب وہ تھک جائے اور سونا چاہے تو اس پر لیٹے اس کے علاوہ بچہ کو سوتے سے اٹھا کر پلنگ تک لے جانے کی ضرورت نہیں اسی طرح سونے دیا جائے اگر ٹھنڈگ ہو تو کمبل وغیرہ آہستہ سے ڈالدیں جوتا موزہ پہنے ہو تو اتارنے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ سر نہ ڈھکا ہو۔ یا سر ڈھکا ہو تو پیروں میں موزے نہ ہونا چاہئے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ بچہ جس وقت ایک دن سوئے گا اسی وقت دوسرے دن بھی سوتا ہے اسی طرح دن میں جتنی بار سوتا ہے اسی طرح اس کا ایک نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) سا بن جاتا ہے اس کے سونے کے اوقات کا خیال رکھنا چاہئے اور جب سونے کا وقت قریب آئے تو بچہ کو بستر ہی پر کھلونے وغیرہ دے دیئے جائیں تاکہ بچہ اگر سوئے تو پلنگ پر سوئے اور دوسری زحمتوں سے والدین بچ جائیں

بچے عام طور پر اپنے والدین کے ساتھ سونا چاہتے ہیں۔ اکثر مائیں کام کی وجہ سے بچہ کو لیکر نہیں لیٹ پاتی ہیں اگر لیٹتی بھی ہیں تو بچہ پوری طرح جھپکی بھی نہیں لے پاتا پھر وہ روتا ہے اور پوری قوت سے شور مچاتا ہے ماں اس کی پرواہ نہ کرکے چلی جاتی ہے بچہ سونے کے لئے والدین کی تھوڑی سی توجہ چاہتا ہے۔ جن بچوں کو اس بات کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ماں کے ساتھ سوئیں ان کے لئے ماں کی علیحدگی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اس سے شروع ہی سے بچے کے ساتھ سونے کی عادت نہ ڈالیں تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ بچہ کے آرام کا ایک بڑا حصہ رونے ضد کرنے میں ضائع ہو جاتا ہے اس کا اثر صحت پر بھی پڑتا ہے۔ کچھ بچے جن کی عمر تین اور چار سال کے درمیان ہوتی ہے! اکثر دن میں ایک دو جھپکی لینے کے بعد رات کو بڑی دیر میں سوتے ہیں اور صبح جلد اٹھنے کی توقع کرنا بیکار ہے۔ اسی طرح پانچ چھ سال کی عمر والے بچے اکثر دن میں سوتے ہی نہیں لیکن سر شام سو جاتے ہیں اور بہت صبح اٹھتے ہیں لیکن کسی کسی دن۔ دن میں پانچ یا دس منٹ کے لئے سو لیتے ہیں تو رات کو نو بجے سے، پہلے قطعی نہیں سوتے اور صبح بھی سات بجے سے پہلے نہیں اٹھتے ہیں۔ بچہ کا اتنی رات تک خصوصا جاڑوں مین جاگنا بھی کبھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ والدین اس زحمت سے بچنے کے لئے بچہ کو دن میں سونے نہیں دیتے ہیں جب بھی وہ سونا چاہتا ہے اس کو بہلانے کی کوشش کرتی ہیں اور حتی الامکان اسے سونے نہیں دیتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ بچہ جب بھی سونا چاہے تو اسے سونے دینا چاہئے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ روزانہ دن میں آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ سوتا ہے۔ لیکن کبھی نہیں بھی سوتا ہے اور اگر زبردستی سلایا جاتا ہے تو مشکل سے دس یا پندرہ منٹ سوتا ہے اور اٹھ بیٹھتا ہے۔ والدین اس رویہ سے پریشان ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید دماغ میں خشکی ہو گئی ہے یا طبیعت کچھ ناساز ہے جب ہی تو نہیں سو پاتا ہے اصل میں بچہ روز روز کے سونے سے گھبرا جاتا ہے وہ اپنے مقررہ ڈھرے کو توڑنا چاہتا ہے اس لئے وہ سونے سے بچنے کے لئے طرح طرح کی باتیں اور بہانے کرتا ہے۔

یہ ایک قدرتی بات بھی کہ بچہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے توں توں اس کی نیند کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ چھ سات سال کی عمر میں وہ دن میں شاذ و نادر ہی سوتا ہے یا رات میں کسی وجہ سے جاگنے پر دن میں بس ذرا دیر کے لئے سوتا ہے۔ ورنہ سر شام ہی سو جاتا ہے اور صبح بھی سورج نکلنے پر ہی جاگتا ہے۔ غرض کہ بچوں کو زبردستی نہیں سلانا چاہئے اور اگر ان کے سونے کا وقت ہے تو اسے سونے کے لئے ضرور کہنا چاہئے اگر بچہ سونا چاہے گا تو بلا حیل و حجت جا کر سو جائے گا۔ ورنہ کوئی نہ کوئی بات کہہ کر پھر کھیل میں لگ جائے گا۔ اس وقت اس کھیل سے یا جو بھی کام وہ کر رہا ہے اس کام سے ہٹا کر سلانا ٹھیک نہیں اور بچوں کی ننھی منی جھپکیوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ۔ جھپکیاں ان کے لئے بہت ضروری ہیں۔ اگر وہ گہری نیند نہیں سوتے ہیں تو نہ سوئیں یہ جھپکی کافی ہے۔

●●

ہدیٰ خطاب

اسلام کے تعلق سے ایک نومسلم خاتون کے احساسات

مغربی تہذیب کو بھرپور طمانچہ

جب میں عیسائی تھی اور اسکول میں پڑھتی تھی، تب بھی میرا خیال تھا کہ ایک لڑکی کو شادی سے پہلے بوائے فرینڈ سے بچا کے رکھنا چاہئے۔ یہی وجہ تھی چرچ کے یوتھ کلب کی ممبر ہونے کے باوجود صرف لڑکیوں سے دوستی رکھتی تھی بعدازاں جب میں نے اسلام قبول کیا تو مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ اسلام اختلاط کی سختی سے ممانعت کرتا ہے لیکن جو چیز مجھے اسلام کی طرف کھینچ کر لائی تھی وہ پردہ تھا مسلمان خواتین کا یہ شعار اور لباس غیر مردوں کی نظریں عورت کی طرف سے ہٹا دیتا تھا۔

یہ خیالات برطانیہ سے تعلق رکھنے والی معروف نومسلم مصنفہ ہدیٰ خطاب کے ہیں۔ اس خاتون کا عیسائی نام سمانتھا تھا۔ ان کے والد محترم نیوکلیر پلانٹ کے سپروائزر تھے۔ ننھی سمانتھا زیادہ عرصہ تک والد کا سایہ عاطفت نہ دیکھ سکیں اور بچپن میں ہی اس سے محروم ہوگئیں اس کے بعد ان کی تعلیم بلیک پور میں ہوئی۔ وہ اپنی تعلیم کے آخری مرحلے میں یونیورسٹی میں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ ہدایت کھول دی اور وہ مسلمان ہوگئیں۔ اس کے بعد شام سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان ناصر سے ان کی شادی ہوگئی۔ اب وہ پارٹ ٹائم جاب بھی کرتی ہیں اور برطانوی سوسائٹی میں اشاعت اسلام کیلئے تصنیف وتالیف کا کام بھی کرتی ہیں۔ ایک ملاقات میں ہدیٰ خطاب نے بتایا: کہ میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو اگرچہ زیادہ مذہبی تو نہ تھا تاہم میں اور میرا بھائی اتوار کو گرجا ضرور جایا کرتے تھے ہمارے گھرانے کے طور اطوار بھی ویسے ہی تھے جس طرح معزز انگریزی خاندانوں کے ہوتے ہیں جب میں بارہ برس کی تھی تو میری زندگی ایک بہت بڑے سانحے سے دوچار ہوگئی۔ یہ سانحہ میرے والدین کی آپس میں طلاق اور علیٰحدگی کا تھا۔ اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ اس کے بعد بھی اگرچہ اپنی کلاس میں ہمیشہ اول رہی لیکن اب میری زندگی مسرتوں سے دور تھی میرا حلقہ احباب بھی بہت محدود تھا حالانکہ انگریزی سوسائٹی میں حلقہ احباب کی وسعت بھی ایک فیشن کا درجہ رکھتی ہے۔ میں پارٹیوں میں جانے سے بھی احتراز کرتی تھی، شراب سگریٹ اور منشیات سے تو مجھے ذرا بھی لگاؤ نہ تھا یوتھ کلب میں میری دوست صرف لڑکیاں تھیں۔ میں شرمیلی نہ تھی مگر میں بچپن ہی سے لڑکوں کی دوستی کی قائل نہ تھی۔ یہی دوری آئندہ زندگی میں مجھے راہ راست دکھانے میں بنیاد بن گئی۔

اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ہدیٰ خطاب نے کہا، جب میں نے لندن میں اسکول آف اورینٹل اینڈ ایشین اسٹڈیز میں داخلہ لیا تا کہ عربی پڑھوں تو اسلام اور عربی کے بارے میں معلومات بالکل صفر تھی لیکن جب میں نے عربی پڑھنا شروع کی اور اس میدان میں جوں جوں آگے بڑھتی گئی اسلام کے بارے میں میرا شوق بڑھتا گیا۔ اسی اثناء میں میں نے استاد کے ذریعے بعض مسلمانوں سے رابطہ کئے تو مجھے مسلمان خاندانی زندگی نے بہت متاثر کیا میں نے محسوس کیا کہ ایک مسلمان خاندان کے لوگ چاہے دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں وہ باہم قریبی تعلقات رکھتے ہیں مغربی تہذیب اس سے محروم ہوچکی ہے مسلمانوں کی اس روایت نے میری اسلام سے قربت کو مزید بڑھادیا یہ بات مجھے اور بھی زیادہ اس لئے محسوس ہوئی کہ میرے والدین علیٰحدگی اختیار کرچکے تھے ناجائز جنسی اختلاط روکنے کے لئے حد درجہ متاثر کن ثابت ہوئے لیکن جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ مسلمان عورتوں

کی پردے کی روایت تھی میں طلبہ وطالبات کی باہم چھیڑ چھاڑ دیکھ چکی تھی اس لئے پردے کی افادیت مجھے دو چند محسوس ہوئی سچی بات یہ ہے کہ مغربی کلچر عورتوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ بن سنور کر نکلیں اور اپنے جسم وحسن کی نمائش کرتی پھریں۔ اسی بنا پر عورتوں پر یہ الزام عائد کیا جاتا کہ مردوں کو اپنی جانب راغب کرتی ہیں مرد اپنی عادت بد کے باوجود اس الزام سے صاف بچ جاتے ہیں اسلام کے نظریہ حجاب کے مطالعہ نے پہلی مرتبہ یہ حقیقت مجھ پر منکشف کی کہ غیر مردوں میں عورتوں کا اپنے جسم کی نمائش کرنا صریحاً جرم ہے جس کی انہیں آخرت میں سزا ملے گی۔

جب میں یونیورسٹی کے پہلے سال میں پہنچی تو اسلام کے بارے میں میرا مطالعہ اس قدر بڑھ چکا تھا اور میں بطور مذہب اس پر اس درجہ اعتماد حاصل کرچکی تھی کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا اسی دوران میں لندن کے ایجنٹس پارک میں مشہور سابق پاپ سنگر کیٹ اسٹیونز (یوسف اسلام) سے میری ملاقات ہوئی اس ملاقات سے اسلام کی طرف میری پیش قدمی کو مزید مہمیز دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک تقریب میں میں نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کردیا۔ قبول اسلام کی اس تقریب میں جس میں بہت سی مسلمان خواتین موجود تھیں ان میں میری ایک امریکی نومسلم سہیلی بھی موجود تھی۔ اس واقعہ نے میری زندگی میں اضطراب ختم کرکے اتھاہ سکون پیدا کردیا۔ کچھ روز بعد میں مسلمان عورتوں کے ہاسٹل میں منتقل ہوگئی جہاں میں نے تفصیل سے سیکھا کہ مسلمان عورت کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے۔ یہیں میں نے اپنا نام نساء سے ہدیٰ خطاب تبدیل کرلیا البتہ میرا خاندان ابھی تک مجھے سابقہ نام سے ہی پکارتا ہے۔

ہدیٰ خطاب اپنے قبول اسلام کے ردعمل کے ضمن میں بتاتی ہیں۔ میرے خاندان کو میرے اس اقدام سے سخت صدمہ ہوا والد نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ اسلام تمہیں ہم سے دور کردے گا۔ اس کے باوجود انہیں اور دیگر افراد کو امید تھی کہ میرے اسلام کا دور عارضی ثابت ہوگا اور میں عیسائیت کی طرف واپس لوٹ آؤں گی مگر ایسے نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ میں نے اچھی طرح جانچ پرکھ کر کے طویل مطالعے کے بعد اسلام قبول کیا تھا میں اس سے منحرف کیسے ہوسکتی تھی۔ اب آہستہ آہستہ افراد خاندان میرے اسلامی کردار سے سمجھوتہ کررہے ہیں میری سہیلیوں کا ردعمل کچھ ایسا ہی ہے انہیں شدید حیرت تھی کہ میں نے تبدیلی مذہب جیسا بڑا قدم اٹھالیا ہے۔

اپنے قبول اسلام کے بعد کے مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے ہدیٰ مزید کہتی ہیں اسلامی احکامات پر عملدرآمد میں مجھے کبھی دقت پیش نہیں آئی۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا میرے لئے کبھی مسئلہ نہیں رہا۔ پردہ اختیار کرنے میں تھوڑی بہت دقت ضرور ہوئی تاہم ۶ ماہ تک میں اس کی عادی ہوچکی تھی۔ اسی دوران میں نے اپنا لباس بھی ایسا بنالیا جیسا اسلام کا تقاضا تھا۔ ہدیٰ خطاب کی شادی یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران ہی ہوگئی تھی۔ وہ بتاتی ہیں:

میری خواہش تھی کہ میری شادی اسلامی طریقے پر ہو اور شوہر ایسا عامل مسلمان ہو جو آئندہ زندگی میں شوہر کے ساتھ ساتھ دوست بھی ثابت ہو۔ اس سلسلے میں میں نے اپنی ایک سہیلی کو اعتماد میں لیا اور اسے اس ضمن میں تعاون کرنے کو کہا۔ میری اس سہیلی نے میری ملاقات شامی نژاد مسلمان ناصر سے کروائی وہ پیشے کے اعتبار سے سول انجینئر ہیں۔ حجاب میں ہونے کے باوجود میں ملاقات میں کافی نروس تھی اسی میں میں نے محسوس کرلیا کہ ناصر میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جن کی مجھے تلاش تھی چند روز بعد ہماری منگنی اور ۶ ماہ بعد شادی ہوگئی شادی سے پہلے ناصر سے میں نے دوبارہ ملاقات نہ کی مغرب میں اسے چنداں معیوب نہیں سمجھا

بقیہ صفحہ ۲۵ پر

مفتی راشد حسین ندوی

سوال جواب

س : حلال جانوروں کا شکار کھیلنا شرعاً کیسا ہے؟

ج : حدود حرم میں شکار کھیلنا یا محرم (جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہو) کے لئے شکار کھیلنا درست نہیں ہے، بقیہ لوگوں کے لئے شکار کھیلنا مباح ہے بشرطیکہ صرف تفریح کی غرض سے نہ ہو۔ (شامی ۵/۳۲۸)

س : ایک لڑکے یا لڑکی کو اس کی نانی نے دودھ پلانے کی کوشش کی، لیکن دودھ نہیں آیا، اب اس لڑکے یا لڑکی کا نکاح اپنی خالہ یا ماموں کے لڑکے لڑکیوں سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا جس کو دودھ پلایا ہے اس کے بہن بھائیوں کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج : صورت مسئولہ میں اگر بچہ کے پیٹ میں ذرا بھی دودھ نہیں پہونچا تھا تو ان سے نکاح ہوسکتا ہے، ورنہ مدت رضاعت کے درمیان اگر معمولی دودھ بھی پیٹ تک پہونچ گیا تھا تو نکاح درست نہیں ہوگا، جس کو دودھ پلایا ہے اس کے ان بہن بھائیوں کا نکاح خالہ اور ماموں کی اولاد سے ہوسکتا ہے جس کو نانی نے دودھ نہیں پلایا ہے (ہندیہ ۱/۳۴۲، درمختار ۲/۴۳۳، ردالمختار ۲/۴۴۳)

س : میں سرکاری ملازم ہوں، کار کے لئے لون ملتا ہے، جس پر آٹھ یا نو فیصد سود پڑے گا، کار لینے سے ۱۴۰۰/روپے ہر ماہ تنخواہ میں پٹرول کے لئے ملے گا، یعنی تنخواہ میں اضافہ ہوجائے گا، اگر کیش خریدتے ہیں تو انکم ٹیکس والے پریشان کرتے ہیں۔

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ لون لے کر کار لے لی جائے اور جلد سے جلد ان کا پیسہ ادا کردیا جائے؟

ج : صورت مسئولہ میں آپ یکمشت خریدنے کا ہی کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے انکم ٹیکس والوں سے بچ سکیں، اس لئے کہ سود کا لینا دینا دونوں حرام ہے، بلا اضطرار اور بلا شدید مجبوری سودی قرض لینا حرام ہے۔ (شفاء از رحیمیہ ۳/۱۷۴)

س : شرعاً کتنی مہر مقرر کرنی چاہئے؟

ج : مہر کی کم سے کم مقدار شریعت نے دس درہم (۳۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت) مقرر کی ہے۔ زیادہ کی کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی ہے، لیکن بہت زیادہ مقدار متعین کرنے سے روکا گیا ہے، بہتر یہ ہے کہ حیثیت کے اعتبار سے مہر مقرر کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی مہر ۴۸۰ درہم (ایک کلو ۴۶۹ گرام ۷۶۰ ملی گرام چاندی) اور حضرت ام حبیبہؓ کے علاوہ بقیہ ازواج مطہرات کی ۵۰۰ درہم (ایک کلو ۵۳۱ گرام چاندی) تھی۔ لہٰذا اگر حیثیت ہو تو دونوں میں سے کوئی مہر مقرر کرنا بہتر ہوگا (امداد الاوزان ص ۳۶)

س : ایک عورت شادی کے بعد اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ چلی گئی، چار ماہ کا عرصہ گذر گیا جس سے میاں بیوی کے درمیان بات چیت تک نہ ہوئی تو کیا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

ج : صحیح طریقہ سے نکاح ہوجائے، تو بغیر طلاق یا فسخ کی کسی قسم کے پیش آئے ختم نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر بات صرف اتنی ہی ہے جتنی کی لکھی گئی تو عورت اگرچہ گنہگار ہوئی لیکن نکاح علی حالہ باقی ہے (بدائع الصنائع ۲/۶۵۳)

س : پائجامہ رہنے کے باوجود لنگی میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جس لباس میں باہر نکلنا، بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو معیوب سمجھتا ہو، اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا اگر کسی علاقہ میں لنگی کی حیثیت یہی ہو تو اس علاقہ والوں کے لئے لنگی میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔

(شامی ۱/۴۷۴ و فتاوی رحیمیہ ۴/۳۷۵)

تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ

پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی

بغداد پر تاتاری حملہ ہوچکا ہے۔

صدیوں کی شان وشوکت اور تہذیب وتمدن پر نزع کا عالم طاری ہے۔ مسلمانوں کی توانائیاں سرد پڑ چکی ہیں خوف وہراس اور بزدلی نے عزم وہمت کو شکست دی ہے اور یہ سب باتیں بے سبب نہ تھیں؟ انہیں مسلمانوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی عظمت کا چراغ بجھتے ہوئے دیکھا تھا؟ عورتوں کی بے آبروئی انہیں کے سامنے ہوئی تھی۔ ان کے دل کے ٹکڑے ان کے سامنے ہی تہ تیغ کردیئے گئے تھے وہ کتب خانے جہاں سے قوم اپنی عظمت کا راز پاتی ہے اور تہذیبوں کے چراغ بھی وہیں سے جلائے جاتے ہیں۔ ان کے سامنے ہی نذر آتش کئے گئے تھے۔ مسلمانوں میں بزدلی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک تاتاری مسلمانوں کو زمین پر لٹا کر چلا جاتا تھا اور اپنے کیمپ سے تلوار لاکر پھر سر قلم کرتا تھا اور اس عرصہ میں وہ مسلمان بے چوں وچرا اسی طرح لیٹے رہتے تھے۔

راوی نے بتایا کہ اس طرح کی بزدلی پیدا ہوجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ تاتاری حملہ تھا ہی کچھ اس غضب کا۔

اس حال زار کا اثر مصری مسلمانوں پر بھی کچھ کم نہیں پڑا جو اپنی جگہ خوفزدہ پریشان حال تھے۔ ایک عجیب غیر یقینی حالات کا احساس سب کو تھا لیکن اس پر آشوب دور میں ایک اللہ کا بندہ اٹھا جس نے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دی۔ اس شخص کو لوگ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے نام سے پکارتے تھے۔

سلطان مصر نے شیخ عزالدین سے مشورہ لیا کہ اس نازک دور میں کیا کیا جائے آپ نے فرمایا اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی پوری طاقت مقابلہ پر صرف کردو۔ شاہی خزانے کا بچا کھچا مال عورتوں کے زیورات وزراء کے ساز وسامان سب باہر لاؤ۔ اور سب تھوڑا تھوڑا فوج میں تقسیم کردو اس کے بعد میں قسم کھا کر کہتا ہوں تم انشاء اللہ فتح یاب ہوگے۔

علامہ سبکی کا بیان ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا اثر لوگوں کے دلوں پر اس قدر تھا کہ کسی کو حکم کی تعمیل کا انکار نہ ہوا اور اہل مصر دشمنوں سے محفوظ رہے۔

یہی شیخ عزالدین بن عبدالسلام ایک مرتبہ سلطان وقت سے کسی فقہی مسئلہ پر اختلاف ہوجانے پر قاہرہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے کیونکہ سلطان نے کچھ نامناسب کلمات آپ کی شان میں کہہ دیئے تھے۔

علامہ سبکی کا کہنا ہے کہ آپ نے نصف راستہ بھی نہ طے کیا تھا کہ ایک جم غفیر قاہرہ سے آپ کو منانے پہنچ گیا جن میں مرد بچے بوڑھے عورتیں سب ہی شامل تھیں اور سلطان وقت کو بھی تپتی ہوئی دھوپ میں آنا پڑا۔ جب آپ قاہرہ تشریف لائے تو ایک رات سلطان وقت کا کوئی ہم نشین سلطان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قتل کرنے آیا۔

جب دروازہ پر دستک ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے۔ علامہ سبکی نے بتایا کہ شیخ عزالدین کو دیکھتے ہی اس شخص پر لرزہ طاری ہوگیا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر بہت دور جاگری اور وہ روتے ہوئے شیخ عزالدین کے قدموں سے لپٹ گیا اور اپنے اس ناپاک ارادہ کی معافی مانگی۔

انہی شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے دمشق میں دیکھا کہ کچھ فرنگی سامان کی خرید وفروخت کررہے ہیں۔ تفتیش وجستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب تیاریاں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ دل بیتاب ہوگیا۔ طبیعت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جو ہتھیار خریدے جارہے ہیں ان سے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قاتلانہ حملے کئے جائیں فوراً ہی فتویٰ دے

دیا کہ ان فرنگیوں سے خرید و فروخت ناجائز ہے۔ اس فتوے کے بعد ہی سے یہ معمول بنالیا تھا کہ ہر نماز کے بعد منبر پر چڑھ جاتے تھے اور عجیب و غریب پرسوز آواز میں مسلمانوں کی کامیابی کی دعا مانگتے تھے۔ علامہ سبکی کی روایت ہے کہ جس وقت شیخ دعا مانگتے تو پورا مجمع زاروقطار روتا تھا۔

بیت المقدس میں شیخ قید و بند کی آزمائش میں مبتلا ہیں وہاں کا بے غیرت سلطان فرنگیوں سے کہہ رہا ہے کہ ان کو میں نے صرف تم لوگوں کی خاطر زندان خانے بھیج دیا ہے۔ فرنگی سخت حیرت میں ہیں اور بے حمیت سلطان سے کہہ رہے ہیں کہ خدا کی قسم اگر اس طرح کے لوگ ہمارے مذہب میں ہوں تو ہم لوگ ان کے پیر دھو دھو کر پئیں۔ یہ سنتے ہی بے غیرت و بے حمیت سلطان پانی پانی ہو جاتا ہے۔

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ تھوڑے عرصہ بعد مصری فوجوں نے چڑھائی کر دی اور فتحیاب ہوئے اور اس طرح شیخ کو بھی آزادی ملی اور فرنگیوں کا زور گھٹ گیا۔

جس دن شیخ عزالدین نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اس دن پورا عالم اسلام رنج و غم میں ڈوب گیا۔ تمام لوگ اپنے کو یتیم محسوس کرنے لگے۔ ملک ظاہر بیبرس نے کہا کہ شیخ کہا کرتے تھے کہ دنیا ایک سایہ اور خواب ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی جس کا نام اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت و احترام سے لیا جائے گا جو تاریخ کی آبرو و حکمران قوم کا بھرم تھا۔ وہ عظیم شخصیت جس کا نام سنتے ہی مغربی دنیا کانپ اٹھتی تھی جس کی تلوار ساری عمر خدا کی راہ میں بے نیام رہی۔ جس نے اسلام کی حمایت میں تنہا متحدہ عیسائی دنیا کا مقابلہ کیا اور مرتے تثلیث کے مقابلے میں اسلام کے علم کو بلند رکھا۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے زبان کے لئے

آج بھی جب ہم اس عظیم انسان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہماری زندگی کی تاریکیوں میں اس کے کارنامے اور سرفروشانہ جدوجہد روشنی کا منارہ ثابت ہوتے ہیں۔ یوں تو صلاح الدین ایوبی کا مقصد سرزمین شام سے صلیبیوں کا نکالنا تھا لیکن بعض اندرونی مصالح سے فرنگی فرماں رواؤں سے وقتی مصالحت ہوگئی تھی لیکن ریجی نالڈ برابر اپنے معاہدے سے ہٹتا جارہا تھا۔ مسلمان تاجروں کے قافلوں کو لوٹنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

ایک مرتبہ ۱۱۸۶ء میں مسلمان تاجروں کے ایک قافلہ کو لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ جب ان لوگوں نے اس سے رہائی کا مطالبہ کیا تو اس نے مذاق کے لہجہ میں جواب دیا۔

"تم محمدؐ پر ایمان رکھتے ہو اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر چھڑالے۔"

جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا۔ "اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہا تو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔"

صلیبی لڑائیوں کے سلسلے میں ایک موقع پر فرنگیوں کو شکست ہوگئی ہے۔ فرنگی شہنشاہ و شہزادے قید ہو کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ لین پول کے بیان کے مطابق اس جنگ میں گائی۔ پاٹلیون۔ ریجی نالڈ بھی گرفتار تھے۔ سلطان ایوبی نے گائی کو تو اپنے پہلو میں جگہ دی اور باقی امراء کو حسب مراتب بٹھایا۔ سلطان ایوبی کو دیکھ کر ریجی نالڈ کو اپنی بداعمالیاں یاد آگئیں اور ساتھ ہی ساتھ سلطان کی قسم بھی یاد آگئی جس نے ریجی نالڈ کا خون خشک کر دیا۔ گائی کی دلی تمنا تھی کہ سلطان ریجی نالڈ کو معاف کر دے۔

لیکن سلطان ایوبی نے گائی کو اس کی تمام بداعمالیاں گنائیں اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں اس وقت محمد رسول اللہؐ سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے ریجی نالڈ کا سر قلم کر دیا۔

گائی ریجی کا یہ انجام دیکھ کر بہت خوف زدہ ہوا لیکن سلطان ایوبی نے اس کو اطمینان دلایا کہ ہم مسلمانوں کا یہ دستور نہیں ہے کہ لوگوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے رہیں ریجی نالڈ کو تو صرف اس کی حد سے بڑھی ہوئی بداعمالیوں کے نتیجے میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔

●●

دسترخوان

سوجی کا حلوہ

اجزاء

سوجی..... ایک پیالی ☆ چینی..... ڈیڑھ پیالی۔ ☆ گھی..... آدھی پیالی ☆ چھوٹی الائچی..... چھ عدد۔ ☆ زردے کا رنگ ..... حسب ضرورت۔
☆ ناریل..... تقریبا تین انچ کا ٹکڑا۔
☆ کشمش..... پندرہ بیس عدد۔ ☆ بادام... آٹھ دس عدد۔ ☆ پستے..... پانچ عدد۔ ☆ پانی.... چار پیالی۔ ☆ کیوڑہ...... چند قطرے

ترکیب:۔

پتیلی میں گھی گرم کر کے الائچی ڈال دیں۔ الائچی کڑکڑانے لگے تو سوجی صاف کر کے پتیلی میں ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر بھونیں۔ سوجی ہلکی بادامی رنگت اختیار کر جائے تو پتیلی اتار لیں۔ دوسری پتیلی میں چینی، زردے کا رنگ اور پانی ملا کر پکا لیں۔ چینی گھل جائے، اور پانی اچھی طرح ابلنے لگے تو اس میں ناریل باریک کاٹ کر ڈال دیں ساتھ یہ کشمش بھی شامل کر دیں۔ اب یہ اشیاء سوجی میں ملا دیں اور جلدی جلدی چمچہ چلاتی جائیں پھر پتیلی پر ڈھکن ڈھانپ دیں اور چولہے کی آنچ مدھم کر کے پتیلی دم پر رکھ دیں۔ سوجی پھول جائے گی۔ آخر میں پستے بادام کی ہوائیاں کاٹ کر حلوے میں ملا دیں اور کیوڑہ شامل کر دیں میدے کے پراٹھوں اور پوڑیوں کے ساتھ یہ حلوہ بہت اچھا لگتا ہے۔

انڈے کا حلوہ

اجزاء

☆ انڈے.... ایک درجن
☆ چینی.... تین پیالی ☆ گھی..... آدھی پیالی ☆ کھویا..... ایک پیالی ☆ بالائی۔ ایک چوتھائی پیالی ☆ زردے کا رنگ... تھوڑی سی مقدار ☆ سبز الائچی.... چار عدد
☆ گھی.... دو چمچہ بڑے

ترکیب

انڈوں اور چینی کو ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اتنا پھینٹیں کہ سفید کریم کی طرح ہو جائیں۔ ایک الگ برتن میں کھویا اور زردے کا رنگ باہم ملا دیں اور اس میں بالائی شامل کر کے آپس میں انہیں یک جان کر دیں۔ اب اسے انڈوں اور چینی کے آمیزے میں ڈال دیں۔ تمام آمیزہ چمچے کی مدد سے ملا دیں۔

پتیلی میں گھی گرم کر کے الائچی ڈالیں اور اس میں تیار شدہ آمیزہ شامل کر کے مدھم آنچ پر بھونیں۔ جب حلوہ بادامی رنگت اختیار کرنے لگے اور گھی چھوڑنے لگے تو تھال میں ہلکا سا گھی لگا کر حلوہ اس پر الٹ دیں اور چھری سے چوکور ٹکڑوں کی شکل میں کاٹ لیں۔ سردیوں کے موسم میں یہ حلوہ بہت لطف دیتا ہے۔ پسند کے مطابق حلوے پر اوپر سے بادام کی ہوائیاں بھی کاٹ کر ڈالی جاسکتی ہیں۔

ناریل کی مٹھائی

☆ ناریل پسا ہوا..... ۲۵۰ گرام
☆ کھویا..... ۲۵۰ گرام ☆ چینی..... ۲۵۰ گرام ☆ پانی..... ایک پیالی
☆ دودھ..... ایک تہائی پیالی ☆ چھوٹی الائچی..... پانچ عدد ☆ کیوڑہ آدھا چمچہ ☆ کھانے کا سبزہ اور سرخ رنگ..... ایک تہائی چمچہ چائے کا ☆ زردے کا رنگ..... ایک تہائی چمچہ چائے کا

ترکیب:۔

پتیلی میں پانی اور چینی ملا کر پکائیں۔ ابال آجائے تو اس میں الائچی پیس کر شامل کر دیں۔ گھی ناریل اور کھویا الگ برتن میں ملا کر یک جان کریں اور شیرے کی پتیلی میں شامل کر دیں۔ اب اسے

چولہے پر رکھ کر چند منٹ کے لئے پکائیں۔ پھر اس میں دودھ بھی شامل کر دیں اور ہلکی آنچ پر اتنا پکائیں کہ یہ آمیزہ گاڑھا ہوجائے گھی اوپر آنے لگے تو کیوڑہ ڈال دیں۔ اب پتیلی چولہے سے اتار کر آمیزے کو تین برابر حصوں میں تقسیم کریں۔ تینوں حصوں میں الگ الگ تینوں رنگ یعنی سبز سرخ اور زردے کا رنگ ملادیں اور تھال یا طشت کو ہلکا سا چکنا کر کے تھال پر ہر رنگ کا حصہ ایک کے اوپر کر کے جما دیں اور ٹھنڈا ہونے پر چوکور ٹکڑوں کی شکل میں کاٹ لیں۔

سوجی کی ٹکیاں

اجزاء

☆ سوجی......ایک کلوگرام ☆ چینی ...... تین پیالی ☆ پانی...... ڈیڑھ پیالی ☆ کیوڑہ........... ایک چمچہ چائے کا ☆ سبز الائچی...... چھ عدد ☆ ناریل (باریک کٹا ہوا)......ایک تہائی پیالی ☆ کشمش تقریباً ایک تہائی پیالی ☆ گھی............ڈیڑھ پیالی

ترکیب:۔

پتیلی میں گھی گرم کر کے الائچی کڑکڑائیں۔ اور اس میں صاف کی ہوئی سوجی ڈال کر ہلکی آنچ پر بھونیں۔ سوجی بادامی رنگت اختیار کر جائے تو پتیلی چولہے سے اتار دیں۔ دوسری پتیلی میں چینی اور پانی کا شیرہ تیار کر لیں۔ ایک تار کا شیرہ بن جائے تو اس میں سوجی ڈال کر چمچے سے چلائیں۔ کیوڑہ شامل کر دیں اور چکنی کئے ہوئے تھال پر فوراً پھیلا دیں۔ اس پر چاندی کا ورق لگا دیں تو دیکھنے میں بھی خوبصورت معلوم ہوگا۔ تیز چاقو کی مدد سے نمک پاروں کی شکل میں کاٹ لیں۔ یہ حلوہ کئی دنوں تک خراب نہیں ہوتا۔

●●